لکھنؤ

تعمیر حیات

پندرہ روزہ

مجلس صحافت و نشریات دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۲۳ | ۱۰ اپریل ۱۹۸۶ء مطابق یکم شعبان ۱۴۰۶ھ | شمارہ نمبر ۱۱

نگران اعلیٰ

مولانا ابوالعرفان ندوی

مجلس ادارت

شمس الحق ندوی
محمود الازہار ندوی

خط و کتابت کا پتہ:
منیجر "تعمیر حیات"
پوسٹ بکس نمبر ۹۳
ندوۃ العلماء۔ لکھنؤ۔ انڈیا۔

زر تعاون

سالانہ : تیس روپے
ششماہی : بیس روپے
فی پرچہ : ایک روپیہ پچاس پیسے

بیرون ملک

بحری ڈاک، رجسٹرڈ ڈاک : ۱۰ ڈالر

فضائی ڈاک

ایشیائی ممالک : ۱۵ ڈالر
افریقی ممالک : ۱۸ ڈالر
یورپ و امریکہ : ۲۰ ڈالر

نوٹ

چیک، ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ فرمائیں۔

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے لہٰذا اگر آپ یہ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم، ندوۃ العلماء کا ترجمان، آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ تیس روپے ارسال فرمائیے یہ آپ کی ذمہ داری ہے۔ چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا نمبر خریداری لکھنا نہ بھولیں

اداریہ — اپنا تعارف — شمس الحق ندوی

ہمارے ملک میں ہندو مسلم کشمکش اور ایک دوسرے سے بدگمانی کا ماحول عرصہ سے پایا جا رہا ہے، اس کے متعدد اسباب ہیں جن کے ازالہ کی کوشش نہیں کی گئی، ایک غلط فہمی جو عام غیر مسلموں کے ذہن میں پیدا کی گئی، جو ان کو کھٹکتی رہتی ہے وہ یہ کہ مسلمان باہر سے آگئے اور ان کو ہندوستان سے وہ قلبی لگاؤ نہیں ہے جو اصلی باشندوں کو ہوتا ہے مسلمانوں نے اس ملک کی مختلف جہتوں سے جو خدمت کی ہے وہ تاریخ کا مستقل باب ہے۔ مسلمانوں نے اس ملک میں حق و صداقت، عدل و انصاف، اخوت و مساوات، پیار و محبت کی قندیلیں روشن کیں اور ان سب کا سرچشمہ توحید و رسالت کا پیغام دیا، ان کے فرمانروا اگر ملک کے نظم و نسق، اقتصادیات و معاشیات کو فروغ دیتے رہے تو ان کے علماء علوم و فنون کے دریا بہاتے رہے، صوفیاء اور اہل خانقاہ اپنی خوش گفتاری و شیریں کلامی سے دلوں کو اس طرح موہتے رہے کہ ان کو اپنی زندگی کے پہلے طور طریق سے عار معلوم ہوتا، اور وہ ان قدروں کو سینے سے لگاتے جو انہیں انسانیت کا سبق پڑھاتیں اور ان کو شرف و بلندی کا تاج عطا کرتیں، زیادہ واضح الفاظ میں یہ کہ وہ اسلام کے ہو رہتے، اس وقت ہندوستان میں جو مسلمان موجود ہیں وہ باہر سے آئے ہوئے نہیں ہیں بلکہ وہ ہندوستانی ہیں اور ان کے پرکھوں نے اسلام کی صاف ستھری تعلیمات کو دیکھ کر اپنی پچھلی خرافات کا قلادہ اتار پھینکا تھا، اور اسلام کا خوبصورت ہار اپنے گلے میں ڈال لیا تھا لہٰذا یہ تصور دینا کہ یہ باہر سے آگر قابض ہیں۔ انتہائی غلط اور محض تعصب پر مبنی ہے ان کا خمیر اسی ملک کی مٹی سے بنا ہے۔ اور وہ اسی کے باسی اور معمار ہیں

ہاں مرور زمانہ کے ساتھ ان مسلمانوں سے عوامی سطح پر یہ زبردست غلطی ہوئی کہ انہوں نے اسلام کی جن تعلیمات کو اپنایا اور گلے لگایا تھا محنت و توجہ کے ساتھ اپنے دوسرے بھائیوں کو اس سے روشناس نہیں کرایا اس کی حقیقت ان کو نہیں سمجھائی اور اسلام کی جیتی جاگتی تصویر اپنے عمل و کردار سے نہیں پیش کی، جس کے نتیجہ میں ہمارے ہندو بھائیوں کے ذہن پر یہی اثر قائم رہا کہ یہ باہر کے لوگ ہیں جو ہمارے ملک پر قابض ہیں ان کے اس خیال کو بعض ان ناخوشگوار واقعات سے بھی تقویت ہوئی جو بعض بادشاہوں اور فاتحین کی وجہ سے پیش آئے اور ان میں اسلامی قدروں کا مظاہرہ نہیں ہو سکا جس سے فائدہ اٹھا کر انگریزوں نے ایسی تاریخ مرتب کرائی جس میں ایسے گھڑے ہوئے واقعات بھر دیے جو ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان کشیدگی کو بڑھاوا دے کر انگریز بہادر کو حکومت کرنے کا موقع فراہم کرتے رہیں،

یہ ایک حقیقت ہے کہ "ہر حکومت کی تاریخ میں اچھے اور برے، منصفانہ اور ظالمانہ دونوں قسم کے واقعات ملتے ہیں، اس کلیہ سے ہندوستان میں مسلمانوں کی حکومت بھی خالی نہیں، مگر ملک کی بھلائی اس میں نہیں ہے کہ ڈھونڈ ڈھونڈ کر مسلمانوں کی حکومتوں کی کچھ واقعی برائیاں اور کچھ گڑھ کر مفروضہ افسانے یکجا کیے جائیں اور وہ انجمنوں کے جلسوں، لڑکوں کے مدرسوں میں، مطالعہ کی کتابوں میں، اخبارات کے کالموں میں، روز روز کی گفتگوؤں میں، کھیل اور تماشہ کے ناٹکوں میں، اس طرح بار بار دہرائے جائیں کہ وہ بچہ بچہ کی زبان پر چڑھ جائیں اور دونوں قوموں کے درمیان غیر مختتم تلخی اور بدگمانی و ناگواری اور عداوت راسخ ہو جائے" [1]

ہمارے ہندو بھائی انگریز بہادر کی سازش کے بری طرح شکار ہوئے اور ان کا مسلمانوں کے بارے میں یہ ذہن بن گیا کہ یہ لوگ صرف گوشت خور اور خونخوار ہوتے ہیں ہم اپنے پڑھے لکھے ہندو بھائیوں سے یہ کہنا چاہیں گے کہ وہ ملک کی سالمیت و اتحاد اور انسانی برادری کی بہی خواہی کے جذبہ سے حقائق معلوم کریں اور وہ چیزیں سامنے لائیں جو دونوں قوموں کو ایک دوسرے

[1] سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ حیات سلیمان۔

سید احمد شہید کے خاندان کی ایک جھلک

پروفیسر خلیق احمد نظامی

یہ مضمون حکیم سید فخر الدین خیالی جد امجد مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مصنف "مہر جہانتاب" کے حالات اور ادبی کارناموں پر لکھی جانے والی کتاب کا مقدمہ ہے۔ مگر اس مقدمہ میں اس خاندان کی تاریخ کا عطر اور خلاصہ آ گیا ہے۔ بے یقینی اور انتشار پراگندگی کے اس دور میں یہ تحریر چشم کشا اور نشان راہ ہے۔ افادۂ عام کی غرض سے قارئین کی خدمت میں پیش ہے۔

حکیم سید فخر الدین خیالی (۱۷۵۶ء-۱۸۰۸ء) کی ایک ضخیم کتاب "مہر جہانتاب" ہے۔ مضامین کے اعتبار سے یہ ایک گرانقدر دائرۃ المعارف ہے۔ ڈاکٹر ہارون رشید صاحب نے اس کتاب کا ایک جز جو اردو شعراء کے تذکرہ پر مشتمل ہے، حواشی و تعلیقات کے ساتھ یہاں پیش کیا ہے۔ مرتب نے جب صاحب مہر جہانتاب کے حالات کو ترتیب دینا چاہا تو خاندانی پس منظر اور روایات پر نظر ڈالنی ضروری ہو گئی۔ اور تصویر کو مکمل کرنے کے لئے اولاد و احفاد کا تذکرہ بھی ناگزیر ہو گیا۔ اس طرح ایک علمی خانوادہ کی بصیرت افروز تاریخ مرتب ہو گئی۔ ہندوستان میں ثقافت اسلامی تاریخ اور علوم اسلامی کے نشو و نما کو سمجھنے کے لئے اس طرح وسیع پس منظر میں ادبی کاوشوں کا تجزیہ بہت معنی خیز ہو جاتا ہے۔

دعوت و عزیمت، ارشاد و تلقین علم و فضل، سلوک و عرفان، سخنوری اور سخن شناسی کا شاید ہی کسی خاندان میں وہ اجتماع ہوا ہو، جو رائے بریلی کے دائرہ شاہ علم اللہ میں بسنے والے خانوادہ کو قسام ازل نے ارزان فرمایا ہے۔ اور جو آج تک اس خاندان کا طرۂ امتیاز ہے۔ اتباع سنت میں کوشش کی تو "علم اللہ" بن گئے کہ اورنگ زیب عالمگیر نے ان کی وفات پر خواب دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ اور علمائے عصر نے یہ تعبیر بیان کی کہ حامل شرع اور عامل سنت علم اللہ نے جہان فانی سے کوچ کیا! عزیمت اور سرفروشی نے پکارا تو سید احمد شہید کی شکل میں۔

بنا کردند خوش رسمے بخون و خاک غلطیدن

کی تصویر پیش کر دی۔ ہندوستان میں اسلامی علوم و تمدن کے نقوش کے تحفظ کی ضرورت پیش آئی تو "نزہۃ الخواطر" اور "ثقافت اسلامیہ فی الہند" لکھ کر آنے والی نسلوں کے لیے حکیم سید عبدالحی نے روشنی کے مینارے کھڑے کر دیئے۔ علم کا پودا خون جگر سے آبیاری کے بغیر برگ و بار نہیں لاتا۔ دائرہ علم اللہی میں علم و فضل کی روایت کی آبیاری تین سو سال تک کی گئی ہے جب "تاریخ دعوت و عزیمت" نے فکر کا پیکر اختیار کیا ہے۔ علم و ارشاد کی اتنی طویل روایت ہندوستان کے بہت ہی کم خاندانوں کو نصیب ہوئی ہے۔

خیالی کے اجداد ہندوستان کے قدیم ترین مسلم خاندانوں کی طرح التمش کے دور حکومت میں ہندوستان آئے تھے عصامی نے اس زمانہ میں آنے والے علماء کے متعلق لکھا ہے

بسے سیدان صحیح النسب
رسیدند در وے ز ملک عرب
بسے عالمان بخارا نژاد
بسے زاہد و عابد از ہر بلاد
حکیمان یونان طبیبان روم
بسے اہل دانش ز ہر مرز و بوم
دراں شہر فرخندہ جمع آمدند
چو پروانہ بر نور شمع آمدند

ضیاء الدین برنی نے تاریخ فیروز شاہی میں اس خاندان کے مورث اعلیٰ شیخ الاسلام سید قطب الدین کا ذکر کیا ہے۔ ان کے بیٹے سید تاج الدین اور پوتے سید رکن الدین نے بدایوں، کڑہ مانک پور اور اودھ کے مختلف علاقوں میں قضا کی خدمت انجام دی تھی اسی خاندان تصدر و تقویٰ میں سید شاہ علم اللہ نے آنکھ کھولی۔ ابتدائی زمانہ میں شاہجہاں کی ملازمت میں تھے۔ بعد کو ملازمت شاہی سے دستبردار ہو کر اپنی زندگی تزکیہ باطن میں گزار دی۔ خواجہ سید آدم بنوری سے نقشبندی مجددی سلسلہ میں تربیت حاصل کی۔ ان ہی کے زمانے سے نقشبندی سلسلہ سے اس خاندان کا تعلق استوار ہوا۔ کہتے ہیں کہ ایک مجذوب شاہ عبدالشکور نے ان کو اس جگہ قیام کا مشورہ دیا تھا۔ جو اب "تکیہ شاہ علم اللہ" کے نام سے مشہور ہے۔ شاہ علم اللہ کے پوتے کے پوتے سید احمد شہید تھے۔ جن کی سحرکار آواز بقول مولانا سید سلیمان ندوی ہمالیہ کی چوٹیوں اور نیپال کی ترائیوں سے لے کر خلیج بنگال کے کناروں تک یکساں پھیل گئی تھی۔

خیالی کے والد مولانا میر عبدالعلی، سید احمد شہید سے تعلق نسب کے علاوہ نسبت ارادت بھی رکھتے تھے۔ سرکاری ملازمت کے باوجود، زہد و اتقا کی زندگی بسر کرتے تھے اور فطرتاً درویش دوست اور درویش منش تھے۔

میر عبدالعلی کی شخصیت بعض اعتبار سے بڑی دلکش تھی۔ ایک طرف سید احمد شہید نے طبیعت کا رنگ متعین کیا تھا، دوسری طرف نقاشی، خطاطی اور شاعری ان کی فطرت میں تھی۔ عربی میں علی اور فارسی میں ہجر تخلص کرتے تھے۔ ان کے فرزند حکیم سید فخر الدین خیالی کا مزاج عالمانہ . . . . اور جذبات شاعرانہ تھے۔ مطالعہ وسیع اور نظر گہری تھی علوم دینی میں مولانا محمد نعیم فرنگی محلی کے اور شاعری میں "سرخیل سخنوران" امیر اللہ تسلیم کے شاگرد تھے تسلیم کے متعلق کہتے ہیں ع

میں ذرہ وہ آفتاب دانش

خطاطی کا شوق ورثہ میں ملا تھا۔ تاریخ اور جغرافیہ سے گہری دلچسپی تھی سیاحت بھی کافی کی تھی۔ کتب بینی کا ذوق غیر معمولی حد تک ترقی کر گیا تھا۔ بیاض رکھنے کی روایت اس خاندان میں بہت پرانی تھی۔ خیالی نے اس کو دائرۃ المعارف کی شکل دیدی۔ اگر غور سے دیکھا جائے تو اندازہ ہوگا کہ خاندانی روایات رفتہ رفتہ واضح شکل اختیار کرتی رہیں اور ہر علمی کاوش جو ابتدا میں معمولی شکل میں ظاہر ہوئی۔ بعد کو ایک مضبوط علمی روایت بن گئی۔ خاندان کی بیاض میں دلچسپی "مہر جہانتاب" میں ظاہر ہوئی۔ سخنوری نے "گل رعنا" کی شکل اختیار کی۔ علماء و صوفیاء کے حالات میں دلچسپی نے "نزہۃ الخواطر" کی تشکیل کی۔ حکیم سید عبدالحی نے اپنے فاضل باپ کی علمی روایات کو جسطرح آگے بڑھایا وہ فقید المثال ہے۔ ان کے ایک بیٹے ڈاکٹر عبدالعلی نے خاندان کی طب و حذاقت کی روایت کو پکڑا اور اس میں کمال حاصل کیا اور خدمت خلق میں زندگی گذار دی۔ دوسرے بیٹے مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے علم و ارشاد کو اپنی زندگی کا مقصد بنایا اور اسی کے ہو گئے۔ اگر علمی، ادبی، اور ذہنی رجحانات کا سلسلہ سمجھنے کی کوشش کی جائے اور نشو و نما اور ارتقا کے پہلو دیکھے جائیں تو اندازہ ہوگا کہ کس طرح دائرے بڑھتے ہیں۔ اور افکار میں حرکت پیدا ہوئی۔ سید فخر الدین خیالی کے اسفار حیدرآباد، راجستھان، بندیل کھنڈ، یوپی تک محدود رہے۔ ان کی دلچسپی زیادہ تر جغرافیائی حالات اور تاریخی عمارتوں میں تھی۔ مولانا عبدالحی کا سفر جو دہلی اور اطراف دہلی میں ہوا۔ علماء اور مشائخ کی تلاش میں تھا۔ پھر ان کے بیٹے کے اسفار کا دائرہ یورپ اور امریکہ تک پھیل گیا اور مقصد ارشاد و تلقین بن گیا ارتقاء کی یہ منزلیں تھیں جن سے گذر کر ذہن عالمی پیمانے پر کام کرنے کے لئے تیار ہوا۔

اگر شیخ الاسلام سید قطب الدین سے لے کر سید ابوالحسن علی ندوی تک اس خاندان کی جہد و سعی کی نوعیت سمجھنے کی کوشش کی جائے تو اندازہ ہوگا کہ قضا، سلوک، عزیمت، علم و ادب، دعوت و ارشاد، اس خاندان کی کوششوں کا مرکز و محور رہا ہے۔

وقت کے ساتھ فکر و نظر کے سانچے، حالات کے تقاضے اور اصلاح کے طریقے بھی بدل جاتے ہیں۔ آج کی دنیا میں قلم کو جو اہمیت حاصل ہے وہ شاید کبھی نہ تھی۔ آج اصل ہار جیت افکار کی ہار جیت ہے اور یہ سب قلم کے ذریعہ ہوتی ہے۔ ان بدلے ہوئے حالات میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے قلم نے اپنے خاندان کی ساری روایتوں کی پاسداری کی ہے۔ اور انہیں آگے بڑھایا ہے۔ انہوں نے کبھی نئے طوفان اور اس کے مقابلہ کا راستہ بتایا ہے۔ کبھی عصر جدید کے چیلنج کا جواب دیا ہے۔ کبھی عربوں کو تاریخ اسلام میں ان کے منصب اور ذمہ داری سے آگاہ کیا ہے۔ کبھی مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں کی ہیں۔ کبھی "عالم عربی کے المیہ" پر آنسو بہائے ہیں کبھی "انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کے اثرات کا جائزہ لیا ہے، کبھی امریکہ میں اخلاق و روحانیت کا درس دیا ہے۔ کبھی انگلستان کی یونیورسٹیوں میں اسلامی علوم کے تجدید و احیا کے لئے داغ بیلیں ڈالی ہیں۔ ہندوستان میں اسلام کس طرح "ایک بہتر ہندوستان کی تشکیل" میں معاون ہو سکتا ہے۔ اس کی تفصیل بیان کی ہے۔ کبھی ہندوستانی مسلمان ایک نظر میں" دیکھ کر حالات کا جائزہ لیا ہے۔ ان کے مختلف انواع اور گہرے اثرات کو دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے کہ خاندان علم اللہی میں ان کا وجود

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

کا مصداق ہے۔"

تصحیح فرمالیں

گزشتہ شمارہ میں صٰ کا مضمون انقلاب بمبئی سے لیا گیا ہے غلطی سے انقلاب حیدرآباد شائع ہو گیا ہے

(منیجر)

سے قریب کریں اور مل جل کر ملک کی بھلائی اور اہل ملک کے ساتھ محبت و بھائی چارگی کا جذبہ پیدا کریں، دونوں اپنے اپنے مذہب پر اس طرح عمل کریں کہ ایک دوسرے کی دل آزاری نہ ہو، ہمارے ملک میں مختلف مذاہب کے ماننے والے سیکڑوں سال سے ایک ساتھ رہتے آئے ہیں آزادی کے بعد ہمارے ملک کے سیکولر قانون نے بھی کسی کے مذہبی معاملات میں دخل اندازی کی اجازت نہیں دی ہے۔ لہٰذا ایک دوسرے کو چھیڑنے اور اشتعال پیدا کرنے کی فضا کو ختم کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے۔

ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے اس حقیقت کے اظہار میں تکلف نہ کریں گے کہ ہم نے اپنے ہندو بھائیوں سے اپنا صحیح تعارف نہیں کرایا۔ ہم نے سماج و سوسائٹی میں اپنی اس امتیازی شان کا مظاہرہ نہیں کیا جو اسلام نے ہم کو عطا کیا ہے، اور جس کو خلفائے راشدین نے اپنے دور حکومت میں دیگر قوموں کے ساتھ برتا ہے۔ ان کے حقوق کی حفاظت کی ہے ان کے ساتھ عدل و انصاف کا معاملہ کیا ہے۔ ان کی ہر طرح سے حفاظت کی ہے اور جب کبھی ایسا موقع آیا ہے کہ وہ حفاظت کرنے کے حال میں نہیں تھے تو انھوں نے جزیہ کی رقم یہ کہہ کر واپس کردی ہے کہ یہ رقم ہم نے تمہاری حفاظت کے لئے لی تھی۔ اب ہم حفاظت نہیں کر سکتے ہم کو یہاں سے جانا ہے لہٰذا تم اپنی رقم واپس لے لو! ۔ اس حسن سلوک سے غیر مسلم رو رو کر کہتے تھے جاؤ خدا تمہیں پھر واپس لائے۔ ہم کو چاہیے تھا کہ ہم معاملات میں، لین دین میں، کاروبار تجارت میں، آفسوں اور ساتھ کام کرنے والے برادران وطن کے سامنے اسلامی تعلیم کی سچی تصویر پیش کرتے جو دھوکہ دہی، وعدہ خلافی، جھوٹ، کام چوری اور بدمعاملگی کی اجازت نہیں دیتی، اور دوسروں کے ساتھ اچھے اخلاق، محبت و انسانیت دوستی، دوسروں کے دکھ درد میں کام آنے اور سہارا دینے کی تعلیم دیتی ہے دوسروں کی بہن بیٹیوں کی عزت و آبرو اور جان و مال کی حفاظت ہی نہیں بلکہ اگر وہ پریشان حال ہیں اور بھوکے پیاسے ہیں تو ان کی مدد اور خدمت کی تعلیم دیتی ہے۔

اسلامی تعلیمات کیا ہم کو یہ سبق نہیں دیتیں کہ ہم اپنے پاس پڑوس میں رہنے والے ہندو بھائیوں کے ساتھ حسن اخلاق کا مظاہرہ کریں۔ اور ان کو اپنے عمل سے یہ یقین دلائیں کہ ہمارے گاؤں محلہ اور شہر میں رہنے والا مسلمان بھائی ہمارے لئے باعث رحمت ہے، اس کے ہوتے ہوئے اس کی قدرت و استطاعت میں ہمیں کوئی تکلیف و نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اس کے ہوتے ہوئے ہماری بہن بیٹیوں کی طرف کوئی غلط نگاہ نہیں اٹھا سکتا، ہم مسلمانوں کو یہ تعلیم دی گئی ہے کہ کوئی بھی کمزور پریشاں حال ہو ہم جتنا کچھ کر سکتے ہیں اس کی خدمت کریں چاہے وہ کسی قوم سے تعلق رکھتا ہو۔

حضرت عمرؓ کا واقعہ ہے آپ گذر رہے تھے کہ ایک کمزور و ناتواں بوڑھے پر نظر پڑی جو کچھ کام کاج نہیں کر سکتا تھا اور اس کا کوئی اور سہارا بھی نہ تھا وہ غیر مسلم تھا آپ نے اسکا حال دریافت کیا اس نے اپنا ماجرا کہہ سنایا تو خلیفۃ المسلمین نے یہ فرما کر بیت المال (سرکاری خزانہ) سے اس کا وظیفہ جاری کردیا کہ اس کی جوانی کی توانائی سے تو ہم نے فائدہ اٹھایا یعنی وہ جزیہ دیتا رہا، اب بڑھاپے میں اسکو سہارا کون دے۔ ہماری تاریخ میں خلفاء امراء علماء اور صلحاء کے بے شمار ایسے اخلاقی واقعات ہیں جن کو غیر مسلم بھائیوں کے ساتھ برت کر اور اسلامی تعلیمات کی عملی تصویر دکھا کر لوگوں کو اسلام کا گرویدہ بنالیا۔

ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے کہنا چاہیں گے کہ وہ ہندو بھائیوں کے سامنے اسلام کی عملی تصویر پیش کریں اور ان کو اسلام سے متعلق صحیح معلومات فراہم کریں، آسان زبان میں چھوٹے چھوٹے کتابچوں کی شکل میں ایسا لٹریچر تیار کریں جو ہندو بھائیوں کو اسلامی اصولوں اور تعلیمات سے روشناس کرائیں۔ ہمارے ہندو بھائیوں نے جب اسلام کو جانا اور پہچانا ہی نہیں اور ہم نے پہنچوانے کی کوشش نہیں کی تو پھر وہ اپنی بدگمانی میں بڑی حد تک معذور ہیں۔ انھوں نے اسلام اور مسلمانوں کو ان کتابوں میں دیکھا ہے جو اسلام مخالفت یا ہندو مسلم اتحاد کو توڑنے کے لئے لکھی گئی ہیں۔ اسی لئے ان کو اسلام سے بدگمانی ہے بلکہ عداوت ہے۔

اسلام دین فطرت ہے ایک مکمل دین اور مستقل تہذیب ہے اس کی عمارت مکمل ہے اس میں کوئی چیز کم یا زائد نہیں ہے نومسلم یوروپین محمد اسد لیوپولڈ وِس کے الفاظ میں "میں نے اپنے سامنے ایک ایسی مکمل عمارت دیکھی جس کو بہت دقت نظر اور مہارت فن سے بنایا گیا ہو جس کے سارے اجزا ہم آہنگ اور باہم پیوست ہوں، نہ اس میں کوئی چیز زائد ہو نہ کم ایک توازن و تناسب جس کو دیکھ کر آدمی میں یہ شعور پیدا ہو کہ اسلام کی تعلیمات میں جو کچھ بھی ہے وہ برمحل ہے"۔[1]

ہم ہندستانی مسلمانوں نے اپنے ہندو بھائیوں کے ساتھ کتنی زیادتی کی ہے کہ اس مکمل عمارت کو چھپا رکھا ہے اور ان کے سامنے نہیں لاتے اب تک جو چوک اور غفلت ہوئی، ہوئی۔ اب سے ہمیں اپنے مقام کو سمجھنا اور اس کا حق ادا کرنے کے لئے کمربستہ ہونا چاہیے۔ اور اپنے ہندو بھائیوں کی اسلام کے بارے میں ناواقفیت کو دور کرنے کی فکر کرنی چاہیے جس سے نہ صرف یہ کہ ہم اپنے فرض کی ادائیگی میں کوتاہی کر رہے ہیں۔ بلکہ غلط فہمی کی بنا پر ملک میں انتشار پیدا ہو رہا ہے۔ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم صرف مسلمانوں ہی کے لئے نہیں بلکہ ساری دنیا کے لئے رحمت بن کر آئے تھے۔ لہٰذا مسلمانوں کو چاہیے کہ آپ کی تعلیمات اور قرآنی پیغام کا مثالی اور عملی نمونہ پیش کریں۔ تاکہ حقیقت دوسروں سے چھپی نہ رہے اور اسلام اور قرآن کے متعلق نہ صرف یہ کہ بدگمانی دور ہو بلکہ امت دعوت ہونے کی ہم پر جو ذمہ داری ہے ہم اس سے عہدہ برآ ہوسکیں۔ ہمارے بہت سے بزرگوں نے محض اپنے اسلامی اخلاق اور عملی دعوت کے ذریعہ لاکھوں انسانوں کو حلقہ بگوش اسلام بنایا ہے، بہت سے ملکوں میں اسلام صرف عملی نمونہ پیش کرنے سے داخل ہوا ہے۔ انڈونیشیا، ملیشیا، اور افریقہ کے بہت سے ملکوں میں اسلام اسی طرح داخل ہوا ہے[2] ہم نے جس حقیقت کو تسلیم کیا اور اس کا میٹھا پھل کھایا ہے اس حقیقت کے نہ ماننے والوں سے وہ توقع قائم کرنا غلط ہے جو ہم قائم کرتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ اندھیرے میں ہیں ہم نے ان کو وہ روشنی نہیں دکھائی جس کے اجالے میں چلنے والے انسانوں سے ٹکراتے نہیں، ان کی املاک جلاتے اور برباد نہیں کرتے، ان کے ہاتھ کی روٹی چھین کر اپنا پیٹ نہیں بھرتے بلکہ اپنا اور اپنے بچوں کا پیٹ کاٹ کر دوسروں کا پیٹ بھرتے ہیں۔

یہ ہماری بڑی کوتاہی ہے کہ ہم نے اسلام کا صحیح تعارف علمی اور عملی دونوں اعتبار سے کرانے میں اپنی ذمہ داری کا حق نہیں ادا کیا۔ اب ہمیں اس بارے میں بہت سنجیدگی سے غور کرنا اور اس کے لئے مثبت قدم اٹھانا چاہیے۔ اس کے پیش نظر ہمارے خواص، اہل قلم اور علماء پر دو طرح کی ذمہ داریاں ہیں۔ ایک خود مسلم عوام کی صحیح تعلیم و تربیت اور ان میں دعوت کا کام، کہ وہ اسلام کی عملی مثال بنکر سامنے آئیں۔ دوسرے آسان زبان میں اسلام اور مسلمانوں کا تعارف کتابچوں کی شکل میں جو ہمارے غیر مسلم بھائیوں کو اسلام سے روشناس کرائیں اور دونوں قوموں کے درمیان فاصلے کم ہوں یہ بات شاید حقیقت سے دور نہیں کہ ہم نے جو اسلامی لٹریچر تیار کیا ہے اس میں صرف مسلمان ہی سامنے رہے ہیں اور اس کی ضرورت سے انکار کیسے ہوسکتا ہے؟

مگر دوسرا پہلو کہ ہم اپنے غیر مسلم بھائیوں کے ذہن و فکر کو سامنے رکھ کر اسلام کے تعارف پر لٹریچر تیار کرتے، تقریباً نہیں ہوا ہے اس پہلو کی طرف توجہ کی شدید ضرورت اور ہمارے خواص کا فرض ہے۔

[1] طوفان سے ساحل تک ص۲۳

[2] دیکھئے پروفیسر آرنلڈ کی کتاب پریچنگ آف اسلام کا ترجمہ۔ (دعوت الاسلام)

مردِ مومن سے

محبت کی نظر اہلِ وفا کی شان پیدا کر ؎ بلندی اور پستی میں ذرا پہچان پیدا کر
دماغ و دل میں اکثر تو غلط نہمار ہیں اب تک ؎ کوئی ان کے ابھرنے کا بھی ارمان پیدا کر
نہ ہو ماحول سے مایوس دنیا خود بنا اپنی ؎ دلوں میں حوصلے اور حوصلوں میں جان پیدا کر
مزہ ہے مرنے جینے کا انہیں خطروں کے دامن میں ؎ نئی بجلی نئی آندھی نئے طوفان پیدا کر
نہ دل ٹوٹے نہ دامن ضبط غم کا ہاتھ سے چھوٹے ؎ وہ پتھر کا جگر، وہ زندگی میں جان پیدا کر
تجھے تیری گذشتہ سربلندی پھر سے حاصل ہو ؎ وہ حکمت وہ ہنر وہ ذوق اے نادان پیدا کر
جو تیری زندگی کو چند دنوں میں تلخ تر کر دیں ؎ نہ وہ اخلاق، وہ اتحاد وہ ارمان پیدا کر
جو تجھ سے چھین لیں تیرے نشیمن اور گلشن کو ؎ خدارا پھر نہ وہ غمخوار وہ مہمان پیدا کر
وطن کے ہو گئے بے لوث جو الفت ہو ؎ وہ غازی وہ سپہ سالار وہ سلطان پیدا کر
جنہیں ہو انس اسلاف و وطن کے ذرہ ذرہ سے ؎ کریں جن پر فرشتے ناز وہ انسان پیدا کر
ضرورت ہے کہ ماضی کی طرح روشن ہو مستقبل
کوئی بوذر، کوئی خالد، کوئی سلمان پیدا کر

بشکریہ دارالسلطنت نئی دہلی

کمیونسٹ چین کی ایک جھلک

(قسط ۲)

سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو ۱۰ مارچ ۸۶ء

زیر نظر مضمون مولانا محمد تقی عثمانی کے دورہ چین کا ایک مفید جائزہ ہے جس نے کمیونسٹ چین کی وہ تصویر پیش کی ہے جس نظام کو ترقی دینے کے بجائے زوال و انحطاط سے دوچار کیا جو اس نظام کا خاصہ ہے کہ وہ جس ملک میں داخل ہو وہاں دھول اڑنے لگتی ہے۔
بشکریہ "البلاغ" کراچی

معاشی اعتبار سے یہ زبردست انقلاب آیا کہ دیہات میں کمیون سسٹم کو بالکل ختم کردیا گیا اور ملک بھر میں ۵۴ ہزار سے زائد جو کمیون قائم تھے ان سب کو ختم کر کے "اجتماعی ذمہ داری" CLLECTIVE RESPONSIBILTY کا ایک نیا نظام جاری کیا گیا، اس نظام کے تحت دیہات کے ہر کنبہ کو اس کے افراد خاندان کے لحاظ سے ایک قطعۂ زمین کاشت کے لئے دیدیا جاتا ہے، حکومت پیداوار کا ایک معین ہدف (مقدار کے لحاظ سے) مقرر کردیتی ہے کہ اتنی مقدار حکومت کو دینی ہوگی، اس کے بعد باقی پیداوار کاشتکاروں کی اپنی ملک سمجھی جاتی ہے جسے وہ اپنی مرضی سے فروخت کر کے اس پر نفع کما سکتے ہیں۔

گویا اب حکومت اور کاشتکار کا رشتہ زمیندار اور مزارع کا سا ہے، حکومت زمیندار ہے اور کاشتکار مزارع، فرق یہ ہے کہ ہمارے نظام مزارعت میں دونوں فریقوں کا حق متناسب حصوں (تہائی یا چوتھائی یا نصف) کی شکل میں مقرر ہوتا ہے، اور وہاں حکومت نے اپنا حصہ ایک معین مقدار کی شکل میں طے کر رکھا ہے (جو فقہ اسلامی کے تحت مزارعت کی فاسد صورت ہوتی ہے)

دوسری طرف صنعت و تجارت میں یہ انقلابی تبدیلی آئی ہے کہ اب محدود سطح پر نجی سرمایہ کاری کی اجازت دی جانے لگی ہے یہاں تک کہ غیر ملکی سرمایہ کاروں کو بھی ملک میں سرمایہ لگانے کی دعوت دی گئی ہے، ایک حد تک ذاتی منافع کے محرک کو پیداوار بڑھانے کے لئے استعمال کیا جارہا ہے اور اس غرض کے لئے رسد و طلب کی قوتوں MARKET FORCES کو بھی متحرک کیا گیا ہے۔

جون ۱۹۸۳ء سے صنعتوں میں بھی زراعت کی طرح "ذمہ داری" کا نظام نافذ کردیا گیا ہے، جس کا خلاصہ برٹانیکا ایربک ۱۹۸۴ء میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:-

"جون میں سرکاری ملکیت کی تمام صنعتوں کو باقاعدہ سرکاری طور پر اپنے نفع اور نقصان کا ذمہ دار بنادیا گیا ہے، اب ایک فیکٹری کو اپنا تمام منافع حکومت کو حوالہ کرنے کے بجائے اپنے منافع پر حکومت کو ٹیکس ادا کرنا ہوگا، اور باقی منافع مزدوروں کو بونس دینے اور سرمایہ کاری کے دیگر فیصلوں پر رکھنے اور ان سے ان کی کارکردگی کے معیار کے لحاظ سے معاملات طے کرنے کے لئے ایسے نئے اختیارات دیے گئے ہیں جو اہمیت کے حامل ہیں۔"

BRILANNICA YEAR Book 1984 CHINA. P. 235.

آج کل چین میں پالیسی کی ان تبدیلیوں کو "اصلاحات" کا عنوان دیا جارہا ہے اور اصلاحات کا یہ سلسلہ ابھی جاری ہے اور پروفیسر تے زیاؤ تنگ کے الفاظ میں یہ "۱۹۴۹ء سے لے کر موجودہ دور تک کے عملی تجربات سے حاصل ہونے والے سبق" کا نتیجہ ہیں، سرکاری اعداد و شمار کے مطابق ان پالیسیوں کے نتیجے میں پیداوار میں بھی غیر معمولی اضافہ ہوا ہے اور کسانوں کی آمدنی میں بھی۔

یہ ہے چین میں اشتراکی تجربے کی چھتیس سالہ تاریخ کا انتہائی مختصر خلاصہ، اس خلاصے سے چند امور بالکل واضح ہیں۔

۱- چینی قوم میں اپنی غلطیوں کے اعتراف، ان کے حقیقت پسندانہ جائزے اور اس کے مطابق اپنی پالیسیوں میں تبدیلی لانے کا حوصلہ موجود ہے جس کا مظاہرہ وہ پچھلے تقریباً ۹ سال سے کر رہی ہے۔

۲- وہ ٹھیٹھ اشتراکی تصورات جن کو روایتی طور پر اشتراکیت کے بنیادی پتھر کہا اور سمجھا جاتا تھا، چین میں ان کا عملی تجربہ کامیاب نہیں ہوسکا، اور اسی بنا پر باوجودیکہ چین اب بھی ایک کمیونسٹ ریاست ہے، وہاں معیشت کے نظام میں رفتہ رفتہ ایسی اصلاحات کی جارہی ہیں جو کمیونزم کے روایتی تصورات سے خاصی مختلف ہیں۔

۳- "ثقافتی انقلاب" طبقاتی جنگ کا ایک مثالی مظاہرہ تھا جس کی پشت پر بڑی مستحکم طاقت موجود تھی، لیکن وہ چین کو رستے ہوئے زخموں کے سوا کچھ نہ دے سکا۔

واقعہ یہ ہے کہ چین میں اشتراکی تجربے کی چھتیس سالہ تاریخ تحقیق و نظر کا بڑا دلچسپ موضوع ہے جس پر احقر کے علم میں اب تک عالم اسلام میں کسی نے محققانہ انداز سے قلم نہیں اٹھایا، احقر کی رائے میں وقت کی شدید ضرورت ہے کہ اس تاریخ کا تفصیلی مطالعہ کر کے اس کے نتائج علمی انداز میں منظر عام پر لائے جائیں تاکہ ان سے پوری دنیا مستفید ہوسکے۔

یہ مختصر سفرنامہ کسی تحقیقی مقالے کا متحمل نہیں اور نہ احقر کے لئے نو دنوں کے اس طوفانی دورے میں یہ ممکن تھا کہ تمام متعلقہ پہلوؤں کا پوری ذمہ داری اور دقت نظر سے جائزہ لے سکے لیکن ایک عام قاری کے لئے حالات کا ایک اجمالی خاکہ احقر نے پیش کردیا ہے جو انشاء اللہ فائدے سے خالی نہیں ہوگا، تاہم اگر یہ خاکہ کسی باہمت محقق کے دل میں اس موضوع پر تفصیلی کام کرنے کی تحریک پیدا کرسکے تو میں سمجھونگا کہ اس مختصر مضمون نے بڑی خدمت انجام دی ہے۔

وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

عام نظام زندگی

یہ تو تھا چین میں اشتراکی نظام کا ایک مختصر جائزہ۔ لیکن چینی عوام میں بعض خوبیاں ایسی نظر آئیں جو بلاشبہ قابل رشک ہیں اور غالباً وہی خوبیاں ایسی ہیں جن کی بنا پر ملک اندرونی خلفشار کے شدید جھٹکے سہنے کے باوجود ترقی کے راستے پر گامزن ہے۔

ان میں سے پہلی خوبی اس قوم کا سادہ طرز زندگی ہے، چین میں جہاں جہاں ہمارا جانا ہوا وہاں یہ بات نمایاں طور پر محسوس ہوئی کہ حکومت اور عوام دونوں کی اصل توجہ نمود و نمائش اور ظاہری ٹیپ ٹاپ کے بجائے پائیدار ترقیاتی کاموں کی طرف ہے۔ میں شروع میں لکھ چکا ہوں کہ بیجنگ جیسے مرکزی شہر میں رات کے وقت روشنیوں کا انتظام بس ضرورت کے مطابق ہے، شہر بھر میں کہیں کوئی نیون سائن احقر کو نظر نہیں آیا، اس کے علاوہ پبلسٹی اور اشتہارات کا وہ طوفان جو سرمایہ دارانہ نظام سے متاثر ملکوں میں تمدن کی لازمی خصوصیت بن کر رہ گیا ہے، یہاں وہ بھی مفقود ہے، سڑکوں پر اکا دکا اشتہاری سائن بورڈ نظر آتے ہیں لیکن ان میں بھی سادگی کا پہلو نمایاں ہے، بیجنگ خاصا صاف ستھرا شہر ہے، سڑکیں کافی کشادہ ہیں اور ان کی کشادگی کے باعث محسوس نہیں ہوتا کہ یہ ایک کروڑ آبادی کا شہر ہے لیکن عالی شان طرز کی عمارتیں اور رہائشی بنگلے بہت کم ہیں۔ زیادہ تر متوسط درجے کے فلیٹ ہیں اور انتہائی خستہ حال مکانات کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔

لوگوں کا لباس بھی عموماً سادہ اور بڑی حد تک ایک جیسا ہے، خاص طور پر کانسو، اور سنکیانگ کے صوبوں میں یہ بات محسوس ہوئی کہ عوام اور سرکاری عہدیداران کے درمیان فاصلے زیادہ نہیں ہیں، سرکاری حکام عوام میں ملے جلے رہتے ہیں، لن شیا پریفیکچر کے کمشنر اور ڈپٹی کمشنر تو دورہ میں مسلسل ہمارے ساتھ رہے۔ ان کے کوٹ کے ایک حصے پر رفو بھی ہوئی تھی، اور وہ عوام کے ساتھ خاصے بے تکلف نظر آتے تھے، صوبہ کانسو کے ڈپٹی گورنر بھی اپنے انداز و ادا میں ایک عام آدمی محسوس ہوئے اور ٹھاٹ باٹ کی کوئی بات نظر نہیں آئی، ایک ادنی ملازم اور اعلی افسران کی تنخواہوں میں تفاوت بھی بہت زیادہ نہیں ہے

اسی لحاظ سے بھی چین دنیا کے ممالک میں ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے کہ ایک کروڑ آبادی کے شہر بیجنگ میں پرائیویٹ کاروں کی تعداد ابھی تک چند سو سے زائد نہیں ہوگی (ایک زمانے میں تو پرائیویٹ کار رکھنے کی اجازت ہی نہ تھی اب اجازت ملی ہے، لیکن ابھی تک شہر میں زیادہ ٹیکسیاں، سرکاری یا غیر ملکیوں کی گاڑیاں ہیں، چینیوں کی پرائیویٹ کاریں بہت کم ہیں) باقی تمام تر آبادی بسوں میں اور سائیکلوں پر سفر کرتی ہے ہر سڑک کے دونوں کناروں پر سائیکلوں کے لئے الگ راستہ بنا ہوا ہے جس پر ہر وقت سائیکلوں کا ایک سیلاب بہتا نظر آتا ہے، شہر میں جگہ جگہ سائیکلیں کھڑی کرنے کے لئے مخصوص پلاٹ بنے ہوئے ہیں، طویل فاصلوں کی صورت میں لوگ ایک حد تک سائیکل پر سفر کر کے اسے ان پلاٹوں میں کھڑا کر دیتے ہیں اور باقی سفر بس سے طے کرتے ہیں۔

ٹھاٹ باٹ اور نمود و نمائش کی کمی کا ایک لازمی نتیجہ یہ ہے کہ چین میں عریانی و فحاشی کا وہ انداز نظر نہیں آتا جو مغربی ممالک کا جزو زندگی بن گیا ہے، بلکہ اب رفتہ رفتہ مغرب زدہ مشرقی ممالک میں بھی بہت تیزی سے پھیل رہا ہے۔

چینی عوام کا ایک اور وصف محنت اور جفاکشی ہے، شہر ہوں یا دیہات، لوگ اپنے کاموں کی انجام دہی میں منہمک نظر آتے ہیں چین جغرافی اعتبار سے ایک غریب ملک ہے اس کے قدرتی وسائل بھی آبادی کے لحاظ سے زیادہ نہیں ہیں، حدیہ ہے کہ اس کے ۹۶ لاکھ مربع کلومیٹر کے رقبے میں سے صرف دس فیصد کاشت کے قابل ہے، باقی حصہ پہاڑوں اور ریگستانوں کے نیچے ہے، یا پھر اب وہ بنجر ہے یا دوسرے جغرافیائی عوامل کے تحت ناقابل زراعت ہے

لیکن چین کی فی ایکڑ پیداوار پاکستان کے مقابلے میں زیادہ ہے، یہ زیادتی کسان کی محنت اور جفاکشی کی رہین منت بتائی جاتی ہے۔

جن دنوں ہم بیجنگ میں تھے، وہاں تھوڑے فاصلے پر گوبھی سے بھرے ہوئے ٹرک گھوم رہے تھے، گلی گلی گوبھی کے ڈھیر لگے ہوئے تھے جن پر خریداروں کا ہجوم تھا، قدم قدم پر لوگ سائیکلوں اور اسکوٹروں پر بڑی مقدار میں گوبھی لے جاتے نظر آرہے تھے، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ آج کل گوبھی کی فصل کٹ رہی ہے اور اب پوری سردی کے موسم میں شدید سردی کے باعث گوبھی کی کاشت نہیں ہو سکے گی، اس لئے لوگ اسے پورے موسم کے لئے اپنے پاس ذخیرہ کر رہے ہیں، اس غرض کے لئے گھروں میں ایک خاص طرز کی سرنگ سی بنا کر اس میں گوبھی کو محفوظ رکھا جاتا ہے، اور پورے موسم اسے استعمال کیا جاتا ہے۔

لانچو سے لن سیا جاتے ہوئے راستے کی چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں میں جگہ جگہ غار اور کھدائی کے آثار نظر آئے، پوچھنے پر معلوم ہوا کہ یہاں وادیوں کی زمین کی مٹی کاشت کے لئے موزوں نہیں ہے، اس لئے کاشتکار پہاڑیوں کو کھود کر اس سے مٹی نکالتے ہیں اور اسے ڈھو کر اپنے کھیتوں میں بچھاتے ہیں، اور پھر اس پر کاشت کرتے ہیں اس کے علاوہ فصل کاٹنے کے بعد ان غاروں سے کھلیان کا کام بھی لیا جاتا ہے۔

کانسو اور چھینگ ہائی کے زیادہ تر دیہات بہت پسماندہ ہیں، مکانات خستہ، سڑکیں کچی اور ناہموار، باشندوں پر افلاس کے اثرات نمایاں، اور چہرے سرخ و سفید ہونے کے باوجود برفانی موسم سے جھلسے اور کملائے ہوئے نظر آتے ہیں، لیکن ساتھ ساتھ ہر شخص جفاکشی کے ساتھ محنت میں مصروف ہے، سستی اور کاہلی کے آثار کہیں نظر نہیں آئے۔

چینی عوام کو ورزش کا بڑا ذوق ہے اور فجر کے بعد بیجنگ کی سڑکوں پر نکل جائیں تو جگہ جگہ لوگوں کے جتھے کے جتھے اجتماعی طور پر ورزش کرتے نظر آتے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس غرض کے لئے لوگوں نے باقاعدہ گروپ بنائے ہوئے ہیں جو کسی تجربہ کار ماہر کے زیر نگرانی اجتماعی طور پر ورزش کرتے ہیں۔

عام لوگوں کی تنخواہوں کا معیار کافی کم ہے، بیجنگ یونیورسٹی کے ایک استاد نے بتایا کہ انہیں ماہانہ ایک سو دس یوآن ملتے ہیں (جو کچھ سو پاکستانی روپے سے بھی کم بنتے ہیں)، ہم نے پوچھا کہ کیا اس رقم میں آپ کا گذارا ہو جاتا ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ "ہم چادر دیکھ کر پاؤں پھیلاتے ہیں، ورنہ خواہشات کی کوئی انتہا نہیں، معلوم ہوا کہ ان کو جو فلیٹ ملا ہوا ہے، اس کا کرایہ صرف ٥ یوآن ہے لیکن وہ صرف پچاس مربع گز میں بنا ہوا ہے، بس میں سفر کرنے کے لئے انہیں پاس ملتا ہے، علاج اور بچوں کی تعلیم مفت ہے ضرورت سے زائد نئے نئے لباس بناتے رہنے کا معمول نہیں، لہٰذا یہ تنخواہ زیادہ تر اشیائے خورد و نوش ہی پر صرف ہوتی ہے اور کافی ہو جاتی ہے۔

بہر صورت! سادگی، محنت، جفاکشی اور قناعت کے یہ اوصاف جو قوم بھی اختیار کرے گی اسے یقیناً ترقی کرنے کا حق ہوگا، اور وہ ایک نہ ایک دن اقوام عالم سے اپنا لوہا منوا کر رہے گی، یہ اوصاف درحقیقت مسلمانوں کے اختیار کرنے کے تھے، اور جب تک یہ مسلمانوں میں باقی رہے، دنیا کی کوئی قوم ان کی گرد کو نہ پہنچ سکی، لیکن جب سے ہم نے نمود و نمائش، اسراف بیجا، تن آسانی، اور عیش و عشرت کا وطیرہ اختیار کیا، دنیوی عزت اور ترقی نے بھی ہم سے منہ موڑ لیا، اب یہ اوصاف چین نے اپنائے ہیں تو مختصر مدت میں اس نے اقوام عالم کی صف میں اپنا مقام بنا لیا ہے۔

مسلمانوں کا حال اور مستقبل

مضمون کے شروع میں عرض کر چکا ہوں کہ چین میں مسلمانوں کی تعداد بظاہر پانچ کروڑ سے کسی طرح کم نہیں ہے، کمیونسٹ انقلاب کے بعد، بالخصوص ثقافتی انقلاب کے دور میں ان حضرات نے بڑا کٹھن اور صبر آزما وقت گذارا، جن مدارس اور کتب خانوں کا میں نے پیچھے ذکر کیا ہے، ان سے پتہ چلتا ہے کہ انقلاب سے پہلے یہاں دینی تعلیم و تبلیغ کے بڑے بڑے مراکز قائم تھے جو انقلاب کے بعد بند کر دیئے گئے، ثقافتی انقلاب کے دور میں بیشتر مسجدیں بھی بند ہو گئیں، اور قرآن کریم کے نسخے تک گھروں میں رکھنا خطرات کو دعوت دینے کے مرادف قرار پایا، لیکن اللہ کے ان بندوں نے اس دور میں بھی تہ خانوں میں چھپا چھپا کر دینی کتابوں کو محفوظ رکھنے کی کوشش کی، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اب ان کے لئے سہولت کی راہیں کھول دیں، یہ محض پروپیگنڈہ نہیں واقعی حقیقت ہے کہ اب وہاں مسلمانوں کو بڑی حد تک مذہبی آزادی مل گئی ہے جس کی بنا پر ان کے چہرے خوشی سے کھلے ہوئے نظر آتے ہیں، مسجدیں دوبارہ تعمیر ہوئی ہیں نئی نئی مسجدیں بھی بن رہی ہیں، مدارس کا احیاء ہو رہا ہے نمازیوں کی تعداد بڑھ رہی ہے، غرض حالات بڑے حوصلہ افزا ہیں۔

لیکن مذہب پر پابندیوں کا جو کٹھن دور ان پر گذرا ہے، ظاہر ہے کہ وہ اپنے اثرات چھوڑ کر گیا ہے، اس وقت چینی مسلمانوں کی رہنمائی کا واحد مرجع مسجد کا امام ہے جس کی بڑی عزت کی جاتی ہے لیکن یہ امام دینی تعلیم کے حصول کے لئے اپنے محدود ماحول سے کبھی باہر نہیں نکلا، اس نے چین ہی کے مدارس میں تعلیم پائی ہے اور اب ائمہ کی اکثریت ان لوگوں پر مشتمل ہے جنہوں نے ١٩٤٩ء کے بعد کسی نہ کسی طرح تعلیم حاصل کی ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ دین کے بارے میں ان کی معلومات بہت محدود ہیں، یہ حضرات اول تو چینی زبان کے سوا کوئی دوسری زبان بے تکلفی کے ساتھ نہیں جانتے، دوسرے اگر کچھ عربی زبان انہیں آتی بھی ہے تو عربی کتابوں کی کافی قلت ہے، یہ حضرات اپنا سارا کام مشکوٰۃ شریف، جلالین شریف، شرح وقایہ اور شرح عقائد سے چلا رہے ہیں، دوسری کتابیں بڑے شہروں کے اکا دکا کتب خانوں میں موجود ہیں لیکن اندرونی علاقوں میں میسر نہیں، عوام کے لیے چینی علماء نے چینی زبان میں ایسے عام فہم رسالے لکھ دیئے ہیں جو عقائد و عبادات کی بنیادی معلومات فراہم کر سکیں، ایسے بعض رسائل "چائنا مسلم ایسوسی ایشن" نے بھی مرتب کرا کر شائع کئے ہیں لیکن خود ائمہ اور علماء کی رہنمائی کے لیے کتابوں کی کافی کمی ہے۔

دوسرا اہم مسئلہ یہ ہے کہ مساجد کے ائمہ اب بیشتر عمر رسیدہ ہو چکے ہیں اور ان کی جگہ لینے کے لئے نوجوانوں کی تعلیم و تربیت ضروری ہے بحمد اللہ بیجنگ، لانچو اور ژننگ، وغیرہ میں پانچ سالہ تعلیم کے ادارے قائم ہیں لیکن وہ ملک بھر کی ضرورت کے لیے ناکافی ہیں نئے اداروں کے قیام کے لئے مالی وسائل کی بھی ضرورت ہے اور ماہر اساتذہ کی بھی۔

تیسرا مسئلہ بچوں کی دینی تعلیم کا ہے بعض ذرائع سے معلوم ہوا کہ ابھی تک ملک میں یہ قانون باقی چلا آتا ہے کہ اٹھارہ سال سے کم عمر کے بچے کو کوئی مذہبی تعلیم نہیں دی جاسکتی، اگرچہ اس قانون پر عمل درآمد کے سلسلے میں موجودہ حکومت نے قدرے نرم اور لچکدار پالیسی اختیار کی ہوئی ہے، اور اس معاملے میں عملاً زیادہ دار و گیر نہیں کی جاتی چنانچہ بعض مکاتب میں بچے تعلیم پا رہے ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ جب تک یہ قانون باقی ہے اس وقت تک مسلمان کھل کر بچوں کی تعلیم کا انتظام نہیں کر سکتے چنانچہ بچوں کو قرآن کریم اور نماز وغیرہ کی تعلیم زیادہ تر گھروں میں دی جاتی ہے، اور یہ بات بدیہی ہے کہ ماں باپ کی معاشی مصروفیات انہیں اتنا موقع نہ دیتی ہوں گی کہ وہ بچے کے لئے ایک مکتب کی تلافی کر سکیں۔

ادھر ان مسائل کے ساتھ ساتھ یہ پہلو بھی سامنے رہنا ضروری ہے کہ مسلمانوں کو موجودہ مذہبی آزادی عرصے کی مشکلات کے بعد ملی ہے اور جذبات میں آکر کوئی ایسا اقدام ان کے لئے مناسب نہیں ہے جو اس آزادی کی پالیسی پر منفی اثرات مرتب کرے لہٰذا انہیں بڑی حکمت اور تدبر سے کام لینے کی ضرورت ہے بحالات موجودہ مناسب یہی ہے کہ جب حکومت رفتہ رفتہ مذہبی آزادی کے معاملے میں کھلی پالیسی اپنا رہی ہے تو ان مسلمانوں کے ساتھ عالم اسلام کا جو بھی تعاون ہو، وہ حکومت کے واسطے سے، یا چائنا مسلم ایسوسی ایشن کے واسطے سے ہو۔

ہم نے اپنے اس دورے میں حکومت چین کو یہ پیشکش کی ہے کہ وہ مسلمان طلبہ کو پاکستان بھیجے تو ہم ان کی اعلیٰ دینی تعلیم کا انتظام مع قیام و طعام کرنے کو اپنی سعادت سمجھیں گے نیز یہاں سے محدود مدت کے لئے زائر اساتذہ بھی وہاں کے تعلیمی اداروں میں جا سکتے ہیں حکومت کے ذمہ دار افراد نے ان تجاویز کو شکریہ کے ساتھ قبول کیا ہے اور اس سلسلے میں عملی تفصیلات طے کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

عام مسلمانوں کے لئے اپنے چینی بھائیوں سے تعاون کا سب سے پہلا طریقہ تو یہ ہے کہ وہ انہیں ہمیشہ اپنی دعائے خیر میں یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے دین و ایمان کے تحفظ کی توفیق اور اس امانت کو آئندہ نسلوں تک پہنچانے کے مواقع عطا فرمائیں۔ آمین۔

دوسرے وہاں کے علماء کو تفسیر، حدیث اور فقہ کی عربی کتابوں کی شدید ضرورت ہے اگر کچھ اہل خیر حضرات ان کے لئے یہ کتابیں بھیجنے کو تیار ہوں تو کتابوں کے انتخاب اور بھیجنے کے طریقے کے بارے میں احقر سے مشورہ فرما لیں۔

بقیہ صـ٩

کی قدر کرتا ہے اور ان کا مشکور و ممنون ہوتا ہے۔ یہ وہ اسلام ہے جس میں سمندر کی گہرائی ہے۔ صحرا کی وسعت ہے جو نہایت ہی روشن و تابناک اور کامل و مکمل ہے جس میں استقلال و استحکام ہے اور حالات کے مقابلہ کی پوری قوت ہے۔

یہ وہ اسلام ہے جو اپنی صدا بلند کرتا ہے چاہے کسی کو برا ہی کیوں نہ لگے۔ جو معاشرہ کو نبی کریم کی سیرت مطہرہ کی صاف ستھری اور تابناک بنیادوں پر منظم کرنے کی دعوت دیتا ہے اور ایک دائمی شریعت اور الٰہی کتاب کے مطابق زندگی کے مراحل طے کرنے کی آواز دیتا ہے جس کے آگے پیچھے کہیں سے بھی باطل کا گذارا نہیں جس کو حکیم و حمید رب نے نازل کیا ہے

یہی اسلام ہماری معرکہ آرائیوں میں سب سے قوی عنصر ہے جو حریت، علم و فن، ترقی پسندی اور اشتراکیت و انقلاب کے نام پر فساد کے دلدادوں، بد اخلاقی کے علمبرداروں اور ملک و ملت کے امن و سلامتی کے دشمنوں کا دنداں شکن جواب ہے۔

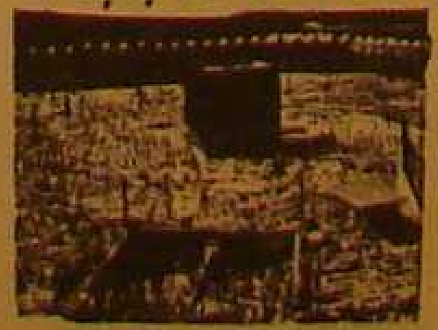

یہ ترقی پسند بیچارے !!

نور عظیم ندوی

جب سے جسٹس چندر چوڑ کی سربراہی میں سپریم کورٹ کی بنچ نے نفقہ مطلقہ کے مسئلہ میں مسلم پرسنل لا کے خلاف بدنام زمانہ، اور غیر عاقلانہ فیصلہ دیا ہے اور اسمیں اسلامی قوانین اور شریعت پر سخت حملے کئے ہیں ہندوستان پریس اور خاص طور سے غیر مسلم ہندی اور انگریزی اخبارات ورسائل میں "ترقی پسند" مسلمانوں کا چرچا بہت بڑھ گیا ہے، ترقی پسند اور روشن خیال کہلانے کے یہ شوقین مسلمان اپنی عشرتگاہوں سے نکل کر زمین و آسمان سر پر اٹھائے ہوئے ہیں، ہر طرف سماجی سدھار، عورت کی مظلومیت دیکھیئے، اس پر مردوں اور اسلام کے مظالم اور ان مظالم سے نجات دلانے کی تدبیروں اور کوششوں کا غلغلہ بلند کئے ہوئے ہیں، یہ لوگ سپریم کورٹ کے اس ظالمانہ بلکہ ناعاقبت اندیشانہ فیصلہ کی تائید میں سربکف میدان میں آگئے ہیں۔ یہ بھی شکایتیں ہو رہی ہیں کہ حکومت اور خاص طور سے وزیر اعظم ان ترقی پسند مسلمانوں کو مناسب اہمیت نہیں دے رہے ہیں اور ان کی آواز کو نظر انداز کر رہے ہیں۔

ہندوستان کے اخبارات ورسائل جو مسلمانوں پر ٹوٹنے والی بڑی سے بڑی مصیبت اور انکے بڑے سے بڑے مسئلہ کو اور انکی تحریکوں کو کبھی خاطر میں نہیں لاتے ایک نگاہ غلط انداز کے بھی روادار نہیں ہوتے، یہی اخبارات ورسائل ان ترقی پسند مسلمانوں کو سروں پر اٹھائے ہوئے ہیں، ان کے بیانات، انٹرویوز اور مقالات سے یہ اخبارات ورسائل شاید ہی کوئی دن خالی جاتے ہوں، انکی نمایاں تصویریں چھپ رہی ہیں، ان لوگوں کی آراء و افکار کو چوکھٹوں میں نمایاں کیا جاتا ہے دوسری طرف یہ ترقی پسند مسلمان اس مذموم فیصلہ کی تائید کی آڑ میں اسلامی احکام، شریعت اسلامی آداب اور اسلام کے اجتماعی نظام کو اپنے حملوں، طنز و تعریض اور تمسخر کا نشانہ بنا رہے ہیں یہ حملے کبھی کبھی اسلامی عقائد اور مسلمات تک کو مجروح کر جاتے ہیں

یہاں کے وہ اخبارات ورسائل جو اپنے دلوں میں مسلمانوں کے لئے کوئی گنجائش نہیں رکھتے انہیں خوش و خرم دیکھ نہیں سکتے اور ان پر حملہ کے لئے موقع کی تلاش میں رہتے ہیں، وہ اس موقع کو کیسے ضائع کر سکتے تھے، انہوں نے ان ترقی پسندوں کی خوب خوب پذیرائی کی انکی تصویروں اور بیانات کے لئے صفحات کے صفحات وقف کر دیئے۔ اس وقت ہماری صحافت میں عارف محمد خاں، انکی بیگم ریشماں اور شبانہ اعظمی کو جو اہمیت حاصل ہے وہ نہ ذیل سنگھ اور راجیو کو حاصل ہے۔ نہ کسی بڑے سے بڑے اور اہم سے اہم داخلی یا خارجی مسئلہ کو، ارون شوری جیسے صحافیوں نے عارف محمد خان کو جتنی اہمیت دی ہے اتنی اہمیت اور توجہ انہوں نے راجیو گاندھی اور اندرا گاندھی کو کبھی نہیں دی، اور خود عارف خاں اور دوسرے ترقی پسندوں کو بھی کبھی گھاس نہیں ڈالی جب تک کہ یہ لوگ اسلامی احکام و قوانین کیخلاف میدان میں نہیں آئے تھے۔

ارون شوری اور گری لال جین جیسے صحافی اور انہیں جیسے انتہا پسند اور متعصب کچھ رہنما، جنہیں یہ گوارہ نہیں کہ مسلمان ہندوستان میں بحیثیت مسلمان زندہ رہیں، اپنے خاندانی امور کے دائرہ کے اندر ہی اپنے دین و مذہب پر عمل کر سکیں یا اپنی خصوصیات و امتیازات کو باقی رکھ سکیں۔ انہوں نے غالباً یہ سوچا تھا کہ ان ترقی پسند مسلمانوں کی مدد سے (جو نہ صحیح معنوں میں ترقی پسند ہیں اور نہ مسلمان) عام مسلمانوں کے اندر خوف و ہراس پیدا کرنے اور اپنے دین و عقیدہ پر انکے یقین و اعتماد کو کمزور کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ پھر اگلا مرحلہ آسان ہو جائے گا کہ یہ مسلمان اکثریت کے سماجی اور تہذیبی دھارے میں بہہ جائیں۔ لیکن معاملہ الٹ گیا۔ نرے کٹر فرقہ پرست ہندوؤں کی امیدیں پوری ہو سکیں نہ ترقی پسندوں کی بلکہ الٹا نقصان ہی ہوا۔ اگر ان لوگوں نے ان نام نہاد ترقی پسندوں کا سہارا نہ لیا ہوتا اور ان کی اتنی پبلسٹی نہ کی ہوتی تو شاید انکی آواز میں کچھ وزن و وقار بھی ہوتا۔ کیونکہ انتہا پسند ہندو فرقہ پرستوں کی رائے اور انکے خیالات کتنے ہی غلط کیوں نہ ہوں کم از کم وہ اپنی باتوں میں سچے ہیں ان ترقی پسندوں کی طرح بے کردار تو نہیں، ان اخبارات نے ان ترقی پسندوں کو بڑھا کر وہ وزن و وقار بھی کھو دیا جسکی کسی حد تک امید کی جا سکتی تھی، کیونکہ سماجی انصاف و اصلاح کا دعویٰ کرنے والے اس طبقہ نے نہ کبھی مسلم معاشرہ سے تعلق رکھا نہ انکے مسائل سے دلچسپی لی مسلم سماج میں انکی مقبولیت اور انکے اثرات کا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ ہزار کوششوں اور جد و جہد کے باوجود چندر چوڑ کی فیصلہ کی تائید میں ١٥٠ دستخطوں سے زیادہ نہیں حاصل کر سکے۔ ان میں بھی اچھے خاصے لوگ وہ ہیں جنکے بارہ میں سلیمان سیٹھ ایم۔ پی نے پارلیمنٹ میں کہا کہ یہ ناچنے گانے والے لوگ ہیں اور مسلم سماج کی نمائندگی نہیں کرتے۔ پھر ان ترقی پسندوں کی تاریخ بتا رہی ہے کہ یہ جب بھی سامنے آئے کوئی نہ کوئی بدنصیبی اور مصیبت لے کر آئے مسلم معاشرہ میں یہ بدنصیبی کی علامت بن گئے۔ اور ویرانی اور کھنڈر کا تصور انکے ساتھ وابستہ ہو کر رہ گیا ہے۔ یہ لوگ مسلم عوام پر اثر ڈالنا چاہیں بھی تو کیسے ڈال سکتے ہیں، جن لوگوں نے ان پر اعتماد کیا اور آگے بڑھایا انہوں نے نادانی ہی سے کام لیا وہ نہ مسلم معاشرہ کے رجحانات کا اندازہ لگا سکے نہ ان ترقی پسندوں کی قدر و قیمت کا اور خود اپنے کاز کو ہی نقصان پہونچایا۔ جو شاخ گل نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا۔ اور یہاں تو شاخ صرف نازک ہی نہیں بلکہ جڑ سے کٹی ہوئی ہے۔ ترقی پسندی کا دعویٰ کرنے والے یہ لوگ جس تحریک میں بھی شریک ہوئے اس کے لئے طروادہ (TROIE) کا گھوڑا ہی ثابت ہوئے ہیں اور خود اپنوں ہی کو اور اپنی تحریک ہی کو نقصان پہونچایا ہے۔ کیمونزم کے افکار و نظریات میں کتنی ہی خامیاں اور ناہمواریاں کیوں نہ ہوں ہندوستان کے فلاکت زدہ اور طبقاتی تقسیم کے تمکار ماحول میں انکے پنپنے اور پھیلنے کے امکانات کافی تھے، مگر ایسا نہیں ہو سکا۔ یہ تو اچھا ہی ہوا لیکن یہاں کیمونزم کے ناکامی کے اسباب کا گہرائی کے ساتھ مطالعہ کیا جائے تو ان میں ایک اہم اور طاقتور سبب ان ترقی پسند کہلانے والے "لافیے" لوگوں کی شخصیت اور ان کا کردار بھی نظر آئے گا یہ اپنی بے اصولی، خود غرضی اور مفاد پرستی کی وجہ سے اپنے دوستوں اور اپنی تحریکوں ہی کو نقصانات پہونچاتے رہے ہیں، ان کے دعووں، نعروں اور اخلاق و کردار میں اس قدر تضاد ہوتا ہے اور یہ تضاد اتنے گھناؤنے طریقے سے کھل کر سامنے آگیا ہے کہ کوئی ادنیٰ عقل و ہوش رکھنے والا بھی ان پر اعتماد کرنے کو تیار نہیں، یہ نعرے تو آزادی و مساوات، دولت کی منصفانہ تقسیم اور فقراء اور محنت کش طبقہ کی ہمدردی کے لگاتے رہے لیکن عملی زندگی میں حکومت و اقتدار کا خنک سایہ تلاش کرتے رہے دولت کے سمندر میں گلے گلے تک ڈوبے رہے الف لیلہ کی کہانیوں جیسی زندگی گزارتے رہے۔ اور چھلکتے جاموں اور دہکتے جسموں کی دنیا سے کبھی باہر آئے تو اخلاقی قدروں اور مذہبی تعلیمات پر پل پڑے، کسی اور مسئلہ کی طرف دیکھنے کی ہمت ہے نہ فرصت اور نہ صلاحیت۔ مجاز لکھنوی نے ان لوگوں کی زندگی کے انہیں تضادات کو دیکھ کر چلا جست کیا تھا کہ لوگ جھونپڑوں میں رہ کر محلوں کے خواب دیکھتے ہیں اور ہمارے ترقی پسند محلوں میں رہتے ہیں اور جھونپڑیوں کے خواب دیکھتے ہیں ترقی پسندی اگر صحیح معنوں میں ہو تو بڑی اچھی اور خوش آئند چیز ہے ہمارے ہندوستانی سماج میں بہت سے مسائل بھی ایسے ہیں جو تہذیبی ترقی کی راہ میں زبردست رکاوٹ بن رہے اور توجہ و اصلاح کے محتاج و منتظر ہیں، لیکن وہ سنجیدگی، محنت اور قربانی چاہتے ہیں، چند چلتے ہوئے جملوں اور نعروں سے یہ مسئلے حل ہونے والے نہیں مثلاً یہاں کے فرقہ وارانہ فسادات ہیں جنہوں نے پوری دنیا میں ہندوستان کو بدنام کر رکھا ہے انکی تعداد سال میں ٢٦٥ سے تجاوز کر چکی ہے انمیں ہزاروں ہندوستانی موت کا شکار ہوتے ہیں اور ان سے کئی گنا بیوہ اور یتیم، لاکھوں اور کروڑوں کی قومی

دولت برباد ہوتی ہے۔ ہندوستان کی مختلف جماعتوں اور طبقات کے درمیان شکوک وشبہات ہیں اندر ہی اندر عداوت ودشمنی کی آگ جلتی رہتی ہے اور ایسی فکری اور عملی صلاحیتوں کو جلاتی رہتی ہے جن سے صحیح ڈھنگ سے کام لیا جائے تو حیران کن کارنامے انجام پاسکتے ہیں، یہاں اب تک طبقاتی نظام کا تسلط ہے ایک جاہل گنوار اور ناکارہ انسان جو سماج پر ایک بوجھ ہے معزز ہے کیونکہ وہ اونچی ذات میں پیدا ہوا ہے۔ دوسرا انسان حقیر اور اچھوت کیونکہ وہ نیچی ذات میں پیدا ہوا ہے خواہ وہ اپنی ذہانت وقابلیت میں ابر گرہی کیوں نہ بن جائے، یہاں غریبوں اور مزدوروں پر اب تک مظالم ڈھائے جاتے ہیں بندھوا مزدوروں کے قصے اخبارات میں آتے رہتے ہیں امراء کی امیری بڑھ رہی ہے اور محتاجوں کی محتاجی اور سب سے بھیانک اور شرمناک مسئلہ ان دلہنوں کا ہے جو جہیز کا مطالبہ پورا نہ کرنے کے جرم میں زندہ نذر آتش کی جارہی ہیں۔ ایک اندازہ کے مطابق صرف دہلی شہر میں روزانہ تین ایسے واقعات کی نسبت ہے یہ وہ واقعات ہیں جو کسی نہ کسی طرح پولس کے ریکارڈ میں آجاتے ہیں۔ اور جو واقعات گھر کے اندر ہی دبا دیئے جاتے ہیں یا توہین وتذلیل اور ایذا رسانیوں کی جو دوسری شکلیں ہوسکتی ہیں انہیں صرف اللہ ہی جانتا ہے، مطلقہ کے تاحین حیات نفقہ کے غم میں خون کے آنسو رونے والے اور سینہ کوبی کرنے والے ان مظلوم عورتوں کے لئے ہمدردی کا کوئی جذبہ نہیں رکھتے آج تک مصلحین کے اس طبقہ نے اس وحشت وبربریت کیخلاف ایک آواز نہیں بلند کی۔ اس طرح کے اور بہت سے مسائل ہیں جو حقیقتاً پسماندگی کی علامت ہیں، انسانیت کے خلاف ہیں اور ترقی کی راہ میں سنگ گراں ضرورت ہے کہ انکی طرف توجہ دی جائے، اور انکی اصلاح کی کوشش کیجائے۔ لیکن ان مسائل پر وہی مولوی توجہ دیتے ہیں جو تنگ نظری اور بنیاد پرستی کے طعنے برداشت کرتے ہیں۔

ایک ترقی پسند شاعر نے آزادی سے پہلے ہی کہا تھا ؎

اور بھی غم ہیں زمانہ میں محبت کے سوا
چاہتیں اور بھی ہیں اک تری چاہت کے سوا

شاعر نے غالباً ہندستانی سماج کے مسائل اور غموں کی طرف اشارہ کیا تھا

لیکن خود ان ترقی پسندی کی زندگیوں کا اور انکی نفسیات کا مطالعہ کیجئے تو حیرت انگیز تبدیلی نظر آتی ہے ایسا لگتا ہے کہ انہوں نے اپنے سارے خول اتار کر رکھ دیئے ہیں انکی حقیقت عریاں ہوکر آگئی ہے، انکے سارے افکار ونظریات ریت کا ڈھیر ثابت ہوئے وہ سارے غم بھول گئے انکے سارے جذبات سرد پڑ گئے اور انکی تمام نفسیاتی خصوصیات اور جبلتیں صرف دو چیزوں میں سمٹ کر رہ گئی ہیں، دولت کی ہوس اور اسلام دشمنی، یہ اپنی کمائی میں لگے رہتے ہیں دولت کے سمندروں میں غوطے لگاتے ہیں، دنیا کا کوئی حادثہ کوئی مصیبت یا کوئی مسئلہ انکی توجہ نہیں حاصل کرسکتا اور کبھی اپنی عشرت گاہوں سے باہر نکلتے ہیں تو مذہبی تعلیمات اور اخلاقی قدروں پر حملوں کے لئے۔ آج جو لوگ مسلمانوں سے تعصب میں اندھے ہوکر ان ترقی پسندوں کو اپنے سروں پر بٹھا رہے ہیں انہیں سوچنا چاہئے۔ کہ جو اپنی قوم کے نہیں ہوسکے وہ انکے کب ہوں گے، اس طرح ان ترقی پسندوں کو بھی سمجھنا چاہئے کہ انکی قدر افزائی بلا سبب نہیں ہوسکتی ؎

مجھ تک کب انکی بزم میں آیا تھا دور جام
ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

ماہنامہ رامپور
کا ایک بے مثال نمبر اپریل کے اواخر میں
منظر عام پر آرہا ہے
مجاہدین افغانستان نمبر
• خالد وحیدر کی زندۂ جاوید داستانیں دہرانے والے جیالے • عصر حاضر کو جہاد کے حقیقی مفہوم سے روشناس کرانے والے مرد مومن • سرخ سامراج کے ناقابل شکست ہونے کے تصور کو پاش پاش کرنے والے شیر دل • خون میں نہاکر سرخرو ہونے کی آرزو رکھنے والے سرفروش • حضرت اسماء، سمیہ، ام عمارہ اور خولہ کے نقش قدم پر چلنے والی غیور خواتین اسلام کی ولولہ انگیز داستانیں، سرفروشی کی آپ بیتیاں • پرجوش ترانے نظمیں • نمبر کی قیمت ۱۰/- لیکن سالانہ خریداروں کے لئے یہ عظیم نمبر بلا قیمت • آج ہی زر تعاون ۵۰/- روپے اور نمبر کی رجسٹری فیس ۲/- کل ۵۲/- روپے بھیج کر سال بھر ذکریٰ پڑھئے اور نمبر مفت حاصل کیجئے
ملنے کا پتہ
مکتبہ ذکریٰ ○ رامپور یوپی

اس عجیب وغریب مضحکہ خیز قومی نفسیات پر

کوئی یہ نہیں کہتا کہ بھائیو کیا کر رہے ہو؟

ایک خبر یہ ہے کہ بنگلہ دیش کے ایک ہزار ہندو مندروں کی سرکاری خرچ پر مرمت کرائی گئی یہ بات بنگلہ دیش کے وزیر مملکت برائے مواصلات مسٹر سنیل گپتا نے اخباری نمائندوں کو ڈھاکہ میں بتائی اور پی، ٹی، آئی کے نمائندے نے اس خبر کو ریلیز کیا اس لئے ہم اسے محض پروپیگنڈہ نہیں کہہ سکتے مسٹر سنیل گپتا ایک نیم سرکاری ادارہ ہندو ویلفیر ٹرسٹ کے چیرمین بھی ہیں۔ انکے بیان کے مطابق اس غریب ملک نے جو ہمیشہ دوسروں کی امداد پر انحصار کرتا ہے۔ ۲۵ لاکھ روپے ان مندروں پر خرچ کئے انہوں نے ڈھاکہ کے مشہور ڈھاکیشوری مندر کا مرمت کا کام سرکاری خرچ پر پورا ہوچکا ہے ملک میں ڈیڑھ کروڑ مندر ہیں اور سرکار کی مدد سے یہ ٹرسٹ .... قائم کیا گیا ہے کہ ہندو شہری اپنے مذہبی ارکان اچھی طرح ادا کریں"

ہمیں اس خبر پر کوئی حیرت نہیں ہے ہمارے پڑوس میں دو مسلم ملک آباد ہیں دونوں کے یہاں کم و بیش ہندو شہری ہیں جن کو اپنے مذہب پر عمل کی پوری آزادی ہے، اس لئے حکومت کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ انکی عبادتگاہوں کی حفاظت اور مرمت کرے ہمارے اپنے ملک کا دستور سیکولر ہے، اسلئے ہمارے یہاں حکومت عام مسجدوں کی مرمت نہیں کرتی تاریخی مندروں اور مسجدوں کو انکی حالت پر برقرار رکھنے کے لئے محکمۂ آثار قدیمہ رقمیں خرچ کرسکتا ہے۔

پاکستان میں بھی مندر محفوظ ہیں اقلیتوں کی دیکھ بھال کے لئے ایک وزارت قائم ہے اور ایک غیر مسلم ہی اس کا وزیر ہوتا ہے جس دن ہندوستان میں ایک تاریخی مسجد کو مندر بنانے کی خبریں پاکستان پہونچی تھیں صرف ایک صوبے کی راجدھانی میں کچھ مشتعل نوجوانوں نے مندروں کی معمولی طور پر بے حرمتی کی کوشش کی لیکن پولس نے ان پر قابو حاصل کرلیا، ملیشیا، انڈونیشیا سنگاپور مالدیپ وغیرہ میں بڑی تعداد میں ہندو آباد ہیں اور مندر بھی ہیں، ملیشیا کے مسلمانوں کو حکومت سے شکایت رہتی ہے کہ اس نے ہندو آبادی کو جتنی مذہبی مراعات دے رکھی ہیں وہ مسلمانوں کو نہیں دی جاتیں۔

ایک ماہ قبل چینی اخبارات میں خبر چھپی تھی کہ حکومت چین نے ایک ماہ کے اندر چار سو مندروں کو غیر قانونی قرار دیتے ہوئے منہدم کردیا گیا یہ خبر ہندوستان کے قومی اخباروں میں شائع ہوئی تھی کمیونسٹ پارٹی کے روزنامہ گوانگ لنگ میں کہا گیا ہے کہ حال کے برسوں میں اسکولوں اور سڑکوں کے کنارے اس قسم کے مندر غیر قانونی طور پر تعمیر کئے گئے ہیں اس سے اسکولوں میں بچوں کی تعلیم میں رکاوٹ پڑتی ہے۔ اب شری لنکا سے ہندو مندروں پر حملے ہونے، انہیں آگ لگانے، مورتیاں غائب کرنے، پجاریوں کو زندہ جلائے جانے اور مندروں کو توڑنے کی خبریں ملی ہیں، یہ خبر آل انڈیا ریڈیو نے اور پی، ٹی، آئی نے دی ہے اور بتایا ہے کہ درجنوں تاریخی مندروں کو نقصان پہونچایا گیا ہے، چین میں کمیونسٹ حکومت ہے اور شری لنکا میں بودھ مذہب کے ماننے والے مندر توڑ رہے ہیں

ہندوستان کے فرقہ پرست لیڈر بودھ مذہب کو ہندو مذہب کی ہی ایک شاخ مانتے ہیں، وہ صرف ۱۵ فیصد مسلمانوں کو الگ کرکے باقی ۸۵ فیصد آبادی کو ہندو قرار دیتے ہیں جن میں سکھوں کو بھی شامل کیا جاتا ہے جبکہ سکھ اپنے کو ہندوؤں میں شمار کرنے پر تیار نہیں ہیں سکھ انتہا پسند بھی مندر توڑتے ہیں ان پر بم مارتے ہیں"

ہم حیران ہیں کہ شری لنکا میں بودھ مندر توڑ رہے ہیں، پنجاب میں سکھ انکی بے حرمتی کر رہے ہیں چین میں کمیونسٹوں نے چار سو مندر گرا دیئے لیکن اپنے کو ہندو مذہب کا عالمی پاسبان ماننے والا وشو ہندو پریشد کو اپنے مذہب پر حملے کرنے والے ان لوگوں سے نمٹنے کے بجائے پونے پانچسو برس پرانی تاریخی بابری مسجد

(بقیہ صـ۱۱ پر)

حقیقی اور سیاسی اسلام کا فرق

مولانا محمد الحسنی رح
ترجمہ :- شیرافگن

بلاشبہ ہم سب اسلام سے وابستہ ہیں ہندوستان ہو یا پاکستان مصر ہو یا شام، حجاز ہو یا کویت یا اور کوئی اسلامی ملک ہو ہر جگہ اور ہر وقت ہمارا تعلق اسلام سے جڑا ہوا ہے۔ اور اس عظیم اور لازوال نعمت پر اللہ کا بڑا شکر واحسان ہے۔

لیکن ...... ہاں لفظ لیکن "اسلام کی دو صورتوں" کے درمیان حد فاصل کی حیثیت رکھتا ہے ایک وہ اسلام ہے جسکو کسی بھی سیاسی تحریک سے کوئی نقصان نہیں پہونچتا چاہے وہ تحریک اس کے اہم بنیادی اصولوں اور اساسی ضابطوں سے ٹکراتی ہی کیوں نہ ہو اور وہ ان تمام حالات سے مصالحت کا ہاتھ بڑھا دیتا ہے جن سے اس کا کوئی جوڑ نہیں۔ اور ان تمام عصری ہواؤں کے ساتھ چلنے لگتا ہے جن کا اس سے کوئی میل نہیں۔

یہ وہ اسلام ہے جسکو انشورنس کمپنیوں کی طرف سے (SEFTY) "محفوظ" ہونے کا پروانہ مل چکا ہے چنانچہ نہ اسکو خیانت نقصان پہونچا سکتی ہے نہ نفاق سے اس میں کوئی خرابی آسکتی ہے نہ لغویات سے اس کو کوئی ضرر پہونچ سکتا ہے نہ کسی اسراف کا خطرہ ہے اور نہ ہی ثقافتی فسق وفجور، منطقی کفر، بیہودہ ادبیت فحش آرٹ، قومی عناد، سیاسی انحراف اور علم کے نام پر عریانیت کے دیگر مظاہر ابھی اس کے بحر زخار کو پالیدہ کرسکتے ہیں کیونکہ وہ محفوظ اور رجسٹرڈ اسلام ہے جکی سلامتی، استحکام اور حسن وخوبی کی ضمانت مشرق میں بسنے والے مغرب کے بڑے بڑے تلامذہ اور ایجنٹوں نے لی ہے۔

یہ وہ اسلام ہے جس میں ہر وہ بچہ جو مسلمان ماں کے پیٹ سے پیدا ہو قانون کے رجسٹر اور وراثت کے حقوق میں وہ مسلمان کہلاتا ہے اور حسب مقدور مادی اور معنوی منافع سے لطف اندوز ہونے کے لئے وہ آگے چل کر بھی اپنے کو مسلمان بتاتا ہے اور اپنے ایمان کی تجدید کی چنداں ضرورت نہیں سمجھتا کیونکہ وہ مسلمان ماں باپ کا بیٹا ہوتا ہے اور یہی اسکے لئے کافی ہے۔

درحقیقت یہ ایسا اسلام ہے جس میں جمود وتعطل ہے جس میں ٹھہراؤ ہے حرکت نہیں۔ جو زندگی سے خالی ہے جس میں کمی بیشی کا تصور نہیں۔ اللہ امام بخاری پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے جنہوں نے اپنی کتاب بخاری شریف میں اس عنوان کے تحت کہ "الایمان یزید وینقص" ایک باب قائم کیا ہے شاید انہیں معلوم نہیں تھا کہ خود ان کے ملک میں اور دوسرے اسلامی ممالک میں ایک ایسی قوم بستی ہے جس کو مارکس کی الحادی اشتراکیت اور لینن کی واضع کا فرانہ پالیسی کوئی نقصان نہیں پہونچاتی اور ان سب چیزوں سے انکے ایمان میں کسی قسم کی کمی نہیں ہوتی ہے۔

حقیقت میں یہ ایک سلبی اسلام ہے جو زندگی اور معاشرہ کے معاملات میں دخل اندازی نہیں کرتا بلکہ اسے شتر بے مہار کی طرح چھوڑ دیتا ہے جو اپنے ماننے والوں کو سرکش مادیت، زہریلے افکار اور اخلاق کش ادب کے رحم وکرم پر جینے کا سبق دیتا ہے جو معاشرہ کو انسان نما بھیڑیوں اور درندوں، سیاسی جیب کتروں اور دین وادب کے قزاقوں کے سامنے ایک لقمۂ تر کی طرح ڈال دیتا ہے اور یہ سمجھ لیتا ہے کہ اس نے اپنی جان چھڑالی اور وہ بھی وہی کلمات کہتا ہے جو حضرت نوحؑ کے بیٹے نے کہا تھا کہ میں تو ابھی کسی پہاڑ پر پناہ لے لوں گا جو مجھے سیلاب سے بچالے گا لیکن زیادہ وقفہ نہیں گذرنے پایا تھا کہ ایک تند وتیز دھارا آیا اور اسے بہالے گیا۔

ایسے اسلام کا یہ "سلبی معصومانہ" خیال اسے ہر اس چیز کی طرف کھینچ کرلے جاتا ہے جسے وہ پہلے ناپسند کرتا تھا جس سے اسے نفرت تھی اور جو اسے غضبناک کردیا کرتی تھی پھر ایک وقت وہ آتا ہے جب اس کے اور حقیقت کے درمیان موج حائل ہوجاتی ہے اور وہ ہلاکت کے عمیق سمندر میں غرق ہوجاتا ہے

یہ اسلام ہر اس انتشار پرداز کے پہلو بہ پہلو زندگی گذارتا ہے جو خواہشات کی تجارت کرتا ہو منکرات کی نشر واشاعت کرتا ہو اور فحش کاری کے سامانوں کی ترویج کرتا ہو۔ یہ اسلام ہر اس ادیب کے کندھے میں کندھا ملاکر چلتا ہے جو اچھا لکھ لیتا ہو اور اچھی تعریفیں کرلیتا ہو چاہے موصوف کو خدا کے عالی صفات سے بھی آگے بڑھا دے اور حضور اقدسؐ کے مرتبہ سے بھی بلند کردے۔ جو پورے سکون واطمینان اور شرح صدر کے ساتھ ہر اس بات پر کان لگا دیتا ہے جو میٹھی ہو جس میں چاشنی اور شیرینی ہو چاہے وہ دین کا گلا گھونٹنے والی ہو ایمان کے نشیمن کو جلاکر خاک کردینے والی اور اخلاق کی بلند عمارت کو مسمار کردینے والی ہو۔ جو پردہ پر آنے والی ہر تصویر پر نظریں جما لیتا ہے چاہے اس کے ہوش وحواس سلامت نہ رہیں، عقل ماری جائے اور قوت حس سلب ہوجائے۔

یہ وہ اسلام ہے جو ہر قسم کے رد وبدل، فکری نیرنگی، اجتماعی وسیاسی نظریات اور لیٹن امریکا اور ہندوستان کی باغیانہ ترقی پسندی کی تحریک کے ساتھ قدم میں قدم ملاکر چلتا ہے۔

وہ گویوں، آرٹسٹوں، آوارہ پھرنے والوں، خوابوں کی دنیا کی سیر کرنے والوں اور بے بنیاد عمل تعمیر کرنے والوں کے ہر گروہ کے ساتھ نظر آتا ہے اسلام کے سلسلہ میں "چل سکتا ہے" کا طلسمی لفظ گویا انہیں (INTERNATIONAL - PASS) دے دیتا ہے جس سے وہ حدود کی تمام سرحدیں پار کرسکتے ہیں۔ ہر رکاوٹ کو توڑ سکتے ہیں اور اپنی خواہشات کی تکمیل میں وہ سب کچھ کرسکتے ہیں جو انسانی اختیار میں ہے۔

یہ اسلام صحیح اور فصیح تعبیر میں مسالمین (صلح پسندوں) کا اسلام ہے نہ کہ مسلمین کا کیونکہ وہ اپنے زمانہ میں دنیا کی رائج تہذیب کے ہر رنگ اور ہر روپ کے ساتھ مسالمت ومصالحت کرلیتا ہے اور اسی سے ہم آہنگ ہوجاتا ہے اور سیدھی راہ کے سوا ہر راستہ پر ہولیتا ہے۔

یہ ایسا اسلام ہے جو حقوق اللہ کی پامالی اور دینی شعائر کی اہانت سے متاثر نہیں ہوتا۔ اس کی شریعت میں اگر عبادات کا ٹکراؤ سیاسی یا اجتماعی معاملات سے ہوجاتا ہے تو سیاسی امور نماز ودعا، ذکر ومناجات اور لذت تقرب الی اللہ پر غالب آجاتے ہیں۔ اس کی شریعت کے متبع کا یہ حال ہے کہ اگر اسے کوئی مشغولیت لاحق ہوجاتی ہے مثلاً کسی اخبار کے لئے مضمون لکھنے میں منہمک ہوتا ہے یا کسی جلسہ عام کو خطاب کر رہا ہوتا ہے یا کسی جلوس کی قیادت کر رہا ہوتا ہے یا پارلیمنٹ میں کسی بات پر احتجاج کرنے میں مشغول ہوتا ہو یا کسی دعوت میں محو گفتگو ہوتا ہے یا شام کی خوش گپیاں اس کا دل بہلا رہی ہوتی ہیں یا کسی پارک کی سیر پر ہوتا ہے حتی کہ دوستوں کے درمیان ایک کپ چائے کا بھی معاملہ ہوتا ہے تو وہ بھول جاتا ہے کہ اس پر اللہ کے کیا حقوق ہیں۔

اس کا یہ رد عمل اس وقت ہوتا ہے جب وہ اپنی دلچسپیوں اور ذاتی مشغولیات میں لگا ہوتا ہے لیکن جب مصائب وآلام اس کا استقبال کرتے ہیں تو پھر طاعت وفرمانبرداری کا نمونہ بن جاتا ہے ایسے موقع پر وہ دعا ومناجات اور گریہ وزاری کا حق ادا کردیتا ہے۔ لیکن اس پر عبادت وعبودیت کا یہ دورہ صرف سخت حالات میں پڑتا ہے عام اور روزمرہ کے پرسکون حالات اور ماحول میں اس کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ تو حقیقت یہ ہے کہ ایسی اطاعت کا کوئی اعتبار نہیں جو خواہشات نفسانی سے ٹکراتی نہ ہو اور ایسی عبادت کی کوئی اہمیت نہیں جو نفس پر شاق نہ گذرے ایسے جام کی کوئی قیمت نہیں جو چھلک نہ جائے ایسی آنکھ کی کوئی وقعت نہیں جو بھر نہ آوے

گرچہ یہ تصویر حقیقی اسلام کے درجوں میں سے ایک درجہ ہے لیکن بہر صورت یہ "صلح پسندوں" جہاں تک مسلمانوں کے اسلام کا تعلق ہے تو وہ "جو چاہو کرو" کے فلسفہ کو قبول نہیں کرتا اور نہ ہی اس پالیسی کی تائید کرتا ہے کہ "دین دینداروں کے لئے ہے اور وطن ہر ایک کے لئے" اور نہ ہی نماز عشاء کے بعد ایک طرف محفلوں کے دینی خطبوں اور دوسری طرف اپنی اولاد اور جگر گوشوں کے درمیان بیٹھ کر عریانیت اور رعنائیت کی بدترین مثالوں سے بھرے ہوئے پروگراموں سے دل بہلانے کو ایک ہی صف میں شمار کرتا ہے۔

وہ مغربی تہذیب اور اسلامی عقائد، اسلامی شعائر اور یورپین طرز معاشرت، حدیث وقرآن کی زبان اور لینن وسارتر اور ماؤزے تنگ کے افکار کے معجون مرکب کا قائل نہیں ہے۔ وہ مشہور قاری عبدالباسط اور مشہور گلوکارہ ام کلثوم کو ایک ہی نظر سے نہیں دیکھتا اور نہ ہی متبرک قرآن وحدیث وفقہی کتابوں کو اور شہزادی کا نیلام، آنسوؤں کا تحفہ اور دیوی کا پرستار جیسی اخلاق دشمن ناولوں کو ایک ہی خانہ میں سجانے کو روا رکھتا ہے۔ اسی طرح وہ اس کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ تعمیر حیات، الفرقان، اور نئی دنیا کو شمع، روبی اور بیسویں صدی کے مساوی سمجھا جائے۔

یہ تو ایک جزوی اور عمومی تصویر تھی اور ایسے امور تھے جو بہت سے لوگوں کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں رکھتے لیکن درحقیقت یہ ایک ایسے اسلام کی تصویر تھی جس پر امتیازیت کا (TRADE MARK) لگا ہوا ہے جس پر کوئی چیز اثر انداز نہیں ہوتی جس میں دین وشریعت میں کمی بیشی کوئی معنی نہیں رکھتی اور نہ ہی مادی افکار کے دھارے میں بہہ جانا اور مشرق ومغرب، شمال وجنوب ہر طرف کروٹیں بدلنا اور ہر سمت للچائی نظروں سے دیکھنا ہی کسی عار کا باعث ہے۔

بلاشبہ ہم سب اسلام سے منسلک ہیں لیکن ایسے اسلام سے جو حقیقت پر مبنی ہے جسے بذات خود استقلال حاصل ہے۔ تابع اور فرعی اسلام۔ جو طفیلی اور زلہ ربا ہو اس سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے ہم اس اسلام کے ساتھ ہیں جو قائد ورہنما بھی ہے اور معلم وہادی بھی ہمارا اس اسلام سے کوئی رشتہ نہیں جس کے احکامات وتعلیمات ماسکو کے درعالی اور واشنگٹن کے WHITE HOUSE سے جاری ہوتے ہیں۔ ہم تو اس اسلام کے شیدائی ہیں جو علم وسیاست کو برا نہیں سمجھتا بلکہ یہ چیزیں اس میں عبادت کبھی جاتی ہیں جو طاعت وعبادت کو لغو قرار نہیں دیتا بلکہ یہ تو ایک مومن کی آرزوؤں اور تمناؤں کا مرکز ہے جو اس کے لئے ایک قلعہ اور جائے پناہ کی حیثیت رکھتی ہے۔

ہمارا اسلام وہ اسلام ہے جو نہایت ہی مستحکم اور مضبوط ہے جکی زنجیر کی تمام کڑیاں مضبوطی کے ساتھ آپس میں جڑی ہوئی ہیں جس کی گرفت اپنے تمام حرکات وسکنات اور نظم ونسق پر مضبوط ہے جو اپنے تمام ماننے والوں کو تہ دل سے محبوب رکھتا ہے۔ کسی کے فضل واحسان کا کھلے دل سے اعتراف کرتا ہے، مخلصین ومعاونین

(بقیہ صــ پر)

تعلیماتِ قرآنی سے انحراف کا نتیجہ

محمد انور خان ندوی استاذ مفتاح العلوم کوپر گاؤں

اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے جو ہر قسم کی روحانی، مذہبی، اخلاقی، سیاسی، معاشرتی اور معاشی فلاح و بہبود اور رشد و ہدایت کا علمبردار بن کر آیا ہے۔ اس کا منتہائے مقصود صرف دنیوی ترقی ہی نہیں بلکہ ابدی سعادت اور رضائے الٰہی کا حصول بھی ہے۔ دوسرے مذاہب کی طرح اسلام میں خدا کا انکار اس کے عاجز و بے بس مخلوق کی پرستش، ترک دنیا اور راہبانہ زندگی بسر کرنا، اور غیر شرعی مجاہدوں اور مراقبوں کے ذریعہ نفس کشی کرنا عبادت نہیں۔ بلکہ اسلام میں عبادت کا تصور دوسرے تمام مذاہب سے بالکل مختلف اور جدا ہے۔ اسلام دنیا کے سامنے عبادت کا ارفع و اعلیٰ اور جامع و نادر اصول پیش کرتا ہے کہ خدائے تعالیٰ کو ہی اپنا خالق اور رازق مالک و مختار جانو۔ اس کے سوا کسی کو اپنا حقیقی بادشاہ یا حاکم تسلیم نہ کرو۔ کسی انسانی دستور و آئین پر نہ چلو اور نہ ہی کسی کو حاجت روا مشکل کشا اور صاحب اقتدار و اختیار سمجھو، اور تمام زندگی کے مسائل میں مثلاً تعلیم و تربیت، تہذیب و اخلاق، سیاست و معیشت، تجارت و حکومت تعلقات و معاملات، ادائیگی حقوق و فرائض میں خداوند قدوس کے احکام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو ہی اپنا دستور العمل بناؤ اور اللہ تعالیٰ اور رسول اللہؐ کی مقرر کردہ حدود سے ایک قدم بھی باہر نہ نکالو۔ غرضیکہ اسلام کے نزدیک قرآن کے نظام عمل پر چلنے کا نام ہی عبادت ہے۔

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ عین کفر و ضلالت اور جہالت و سفاہت کے زمانے میں اسی قرآن کی تعلیمات نے بت پرستوں کو توحید پرست اور وحشیوں کو مہذب، دشمن کو دوست بنادیا، برائی کو بھلائی میں بدل کر تھوڑی مدت میں ساری دنیا کی کایا پلٹ دی اور بنی نوع انسان کو اس معراجِ ترقی پر پہنچایا جس کی نظیر پیش کرنے سے تاریخ عالم قاصر ہے۔ اب ہمیں دیکھنا ہے کہ قرآن کی تعلیمات تو آج بھی موجود ہیں لیکن اس کی موجودگی میں آج مسلمان کیوں اتنے ذلیل و خوار ہیں، اور مفلس و نادار ہیں، تو اس کا مختصر جواب یہی ہوگا کہ جس خدائی قانون اور اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے ضابطہ پر چل کر ہم نے اقوام عالم کی قیادت و رہنمائی کی تھی آج اسی خدائی قانون سے منھ موڑ کر اور انحراف و روگردانی کرنے کی وجہ سے ہمیں ذلت و رسوائی اٹھانی پڑ رہی ہے اسی کو شاعر اسلام علامہ اقبالؒ نے ایک شعر میں بیان کیا ہے۔

وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہوکر
اور ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

زمانہ جاہلیت میں لوگ خوبصورت پتھروں کو پوجتے تھے۔ اور آج ہم اپنے اغراض کو پوجتے ہیں اور افراد کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور قانون خداوندی پر دنیوی مفاد کو ترجیح دیتے ہیں۔ آج حکومت میں امانت، تجارت میں دیانت، معاملات میں صداقت، اخلاق میں شرافت نہیں رہی۔ اور دلوں سے احکام خداوندی اور اسوۂ نبویؐ کا احترام اٹھ گیا، حلال و حرام کی تمیز بھی جاتی رہی، اور اس وقت سارے کا سارا معاشرہ مادیت و دہریت کے سیلاب کی نذر ہو رہا ہے اور اسی مادیت و دہریت کے طوفان نے کچھ مسلم لیڈران و رہنمایانِ قوم کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیا اور وہ اپنے دنیوی مفاد اور نفسیاتی اغراض کو ہی اصلی مقصد سمجھ بیٹھے ہیں اور ان مفاد پرست سیاسی رہنماؤں کی نظر غیر حقیقی چیزوں پر لگی ہوئی ہے۔

جس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ دشمنانِ اسلام ہماری اس حالت زار پر خوش ہو رہے ہیں۔ بلکہ وہ ہماری کمزوریوں سے ہر ممکن فائدہ اٹھا رہے ہیں اور اسلامی تعلیمات و روایات اور اسلامی تہذیب و تمدن کا مذاق اڑا رہے ہیں۔ اور ان کی جرأت تو یہاں تک پہنچ چکی کہ قرآنی احکامات جو قانونِ خداوندی ہیں اس میں دخل اندازی کر رہے ہیں۔ آج جب کہ حالات بد سے بدتر صورت اختیار کر چکے ہیں اور ہمارا مستقبل نہایت پرخطر اور تاریک نظر آ رہا ہے تو اس بری حالت کو بدلنے کیلئے ہمیں سعی و جہد کرنا ہے اور مایوسی و نامرادی کو دل سے نکال کر ہمیں ہمت سے کام لینا ہے اور اپنے دلوں میں اس یقین کو محکم کر لینا ہے کہ ہماری دنیوی و دینی کامیابی صرف احکام خداوندی پر عمل کرنے سے ہو سکتی ہے کہ ہم اللہ سے اپنا عہد استوار کریں اور اسلام جو کچھ اور جیسا چاہتا ہے اس کے مطابق اپنے عمل میں تبدیلی پیدا کریں، اگر ہم آج بھی قرآن کے ضابطہ پر عامل ہو جائیں تو یقیناً ہم دوبارہ آج بھی عزت و عظمت اور شان و شوکت اور دبدبہ و حکومت حاصل کر سکتے ہیں، کیونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے صاف صریح اور سچے وعدے آج بھی اپنے مقام پر موجود ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے: وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ ○ (آل عمران) اور تم ہمت مت ہارو اور غمزدہ مت ہو جاؤ تم ہی غالب رہو گے اگر تم پورے مومن رہے۔

(بقیہ صفحہ ۱۳ پر)

محترم حاجی علاؤالدین صاحب بمبئی کو صدمہ

شمس الحق ندوی

۲۰ر مارچ ۸۶ء کو حاجی علاؤالدین رکن انتظامی ندوۃ العلماء کی اہلیہ کا ایک گھنٹہ کی مختصر علالت میں اپنے وطن گجرات میں جہاں وہ ایک ہی گھنٹہ پہلے بمبئی سے پہنچی تھیں انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ بڑی نیک، صوم و صلوٰۃ کی پابند اور صاحب خیر خاتون تھیں، دارالعلوم ندوۃ العلماء کے کاموں میں اپنی ذاتی رقم سے حصہ لیا کرتی تھیں ابھی کچھ دنوں پہلے جب دارالعلوم میں مدرسہ تحفیظ القرآن کی تعمیر کا مسئلہ ان کے سامنے آیا اور اس سلسلہ میں حاجی صاحب محترم کو فکر مند اور دوڑ دھوپ کرتے دیکھا تو انھوں نے اپنی جیب خاص سے ایک اچھی رقم عنایت فرمائی۔ اللہ کی ذات سے امید قوی ہے کہ مرحومہ اب اپنے رب کے حضور ان نیکیوں کے میٹھے پھل کھا رہی ہوں گی۔ مگر ان کا انتقال ایسے وقت میں جب حاجی صاحب محترم مختلف دینی کاموں میں سرگرم عمل تھے، حاجی صاحب کے لئے نہایت اندوہناک صدمہ ہے۔ یوں تو حاجی صاحب کو اللہ تعالیٰ نے لڑکوں لڑکیوں نانی پوتوں کی بڑی دولت سے نوازا ہے مگر وہ مرحومہ کیساتھ الگ ہی فلیٹ میں رہا کرتے تھے۔ جہاں ہر صبح کو بچے بچیاں حاضر ہوا کرتے تھے۔ افسوس کہ اب یہ انجمن اجڑ گئی۔ اب حاجی صاحب کی تنہائی بڑی سوہان روح ہے اللہ تعالیٰ ان محترم کو صبر و برداشت کی طاقت دے۔ حاجی صاحب خود بلڈ پریشر اور دل کے مریض ہیں اس کیفیت میں مرحومہ بڑا سہارا اور باعثِ تسکین تھیں۔ لہٰذا حاجی صاحب کیلئے یہ حادثہ بہت عظیم ہے۔ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ذمہ داران اور ادارہ "تعمیر حیات" حاجی صاحب کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مرحومہ کی بال بال مغفرت فرمائے۔ قارئین "تعمیر حیات" سے اہتمام کے ساتھ دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔ مرحومہ کے سب سے چھوٹے صاحبزادہ مولوی عبداللہ سلمہٗ ندوہ کے فارغ ہیں یہ بھی مرحومہ کے لئے ایک بڑی دولت ہے۔ اللہ تعالیٰ مولوی عبداللہ سلمہٗ کو دینی ادارہ سے فارغ ہونے کا حق ادا کرنے کی توفیق بخشے کہ یہ مرحومہ کے لئے سب سے بڑا صدقۂ جاریہ ہے۔ مجھے دارالعلوم کے کاموں سے بکثرت بمبئی جانے کا اتفاق ہوتا مرحومہ بڑی شفقت فرماتیں۔ اور علالت کے باوجود حاجی صاحب محترم کو دارالعلوم کے کاموں کے لئے نکلنے میں کوئی رکاوٹ نہ ڈالتیں بلکہ منشرح اور خوش رہتیں۔ مرحومہ کے لئے یہی وقت مقرر تھا اس لئے تدبیر بھی کیا کام کرتی۔

تقدیم نہیں ہوتی تاخیر نہیں ہوتی
تقدیر دعاؤں سے تبدیل نہیں ہوتی

بقیہ ص ۱۴

- گرمیوں کے لئے، کرتا پائجامہ، ٹوپی، بنیائن۔
- جاڑوں کے لئے، یہی کپڑے قدرے موٹے ہوں، یا اونی ہوں، ایک اچھا سوئٹر، موزے اور مفلر بھی ہوں، اور ممکن ہو تو جیکٹ یا شیروانی بھی ہو، مجبوری درجہ پر کوٹ بھی برداشت کیا جا سکتا ہے۔
- بش شرٹ اور پتلون بچہ کو ہرگز نہ دیں، یہ لباس ہمارے یہاں منع ہے۔
- جوتے ایک جوڑ چمڑے کے، ایک جوڑ کینوس کے ورزش کے لئے۔ ایک جوڑ چپل وضو کیلئے
- جملہ سامان رکھنے کے لئے ایک درمیانی صندوق مگر بڑا ہرگز نہ ہو۔
- ایک ناشتہ دان کم از کم تین ڈبوں کا، ایک چھوٹا لوٹا، بچہ، تامچینی کی رکابی اور ایک پیالہ، ایک پانی پینے کا گلاس۔
- چارپائی، ۵ فٹ لمبی، ڈھائی فٹ چوڑی، ۱۵ انچ اونچی، پائے کسی اچھی لکڑی کے ہوں، پٹیاں ساکھو، یا کسی اچھی لکڑی کی ہوں، قاعدے کی بنی ہو اس طرح کی چارپائی یہاں تقریباً ۶۰ روپے میں تیار ہو جاتی ہے۔
- بستر میں گرمیوں کے لئے، دری، تکیہ، ۲ غلاف اور ۲ چادریں، مگر چادریں مدرسہ کے ذریعہ ہی خریدی جائیں، تاکہ یکسانیت رہے، جاڑوں میں معقول توشک و رضائی کی بھی ضرورت ہوگی سردی سخت ہوتی ہے
- مصارف بوقت داخلہ زر ضمانت ۵۰ روپے الاصلاح، ۶ روپے ورزش، ۶ روپے ایک ماہ کی فیس طعام ۷۵ روپے ایک ماہ کی فیس ناشتہ ۵۰ روپے ایک ماہ کے متفرق مصارف کے لئے ۵۰ روپے۔ جملہ ۲۶۲ روپے۔
- پھر ہر ماہ ۱۷۵ روپے بھیجنے ہوں گے جس میں ۷۵ روپے فیس طعام، ۵۰ روپے فیس ناشتہ، اور ۵۰ روپے برائے مصارف متفرق ہوں گے۔
- ناشتہ میں صبح چائے کے ساتھ کوئی مناسب چیز کھانے کو دی جاتی ہے، اور عصر بعد کوئی پھل دیا جاتا ہے، آپ اپنے بچہ کو مزید رقم دینا چاہیں تو وہ رقم بھی مہتمم دارالعلوم کو ارسال فرمائیں
- بچے کے جملہ مصارف چاند کے حساب سے ۵ تاریخ تک وصول ہو جانا ضروری ہیں، اگر ۱۵ تاریخ تک مصارف وصول نہ ہوئے تو مجبوراً بچے کو واپس کیا جا سکتا ہے
- بچہ کے مصارف کا حساب کسی دوسرے طالب علم یا استاذ کے پاس ہرگز نہ رہے گا
- سرپرست کے لئے ضروری ہوگا کہ وہ جملہ رقوم براہ راست مہتمم دارالعلوم کو ارسال کرے اور انہی سے حساب لے۔

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

سوال:۔ ایک غیر حاملہ نے اپنے شوہر کے انتقال کے دو مہینے بعد اپنا عقد کر لیا تو اس کا عقد درست ہے یا نہیں؟

جواب:۔ مذکورہ عورت کی عدت چار مہینے دس دن ہے، عدت کے اندر نکاح مذکور درست نہیں ہے، عورت کو توبہ و استغفار کرنا چاہئے اور پھر عدت گزرنے کے بعد دوبارہ عقد کرے

سوال:۔ ایک عورت کا انتقال ہوگیا اور اس کا دین مہر مرد پر باقی ہے تو کیا وہ دین اس کے والدین کو دیا جائے گا، یا اس میں وراثت جاری ہوگی، اور شوہر بھی حق زوجیت کی بنا پر اس میں حصہ لے گا۔

جواب:۔ دین مہر میں وراثت جاری ہوگی، شوہر بھی اسمیں حقدار ہوگا

سوال:۔ اگر عورت مرد کے انتقال کے بعد عقد ثانی کرلے تو کیا وہ شوہر اول کی وارث ہوگی۔

جواب:۔ عورت عقد ثانی کر لینے کے باوجود شوہر اول کی وارث ہوگی عقد ثانی سے اسکا حق ختم نہیں ہوتا ہے

سوال:۔ مسجد میں داخل ہونے کے بعد بیٹھنے سے پہلے سنت کا نفل کا پڑھنا صحیح ہے؟

جواب:۔ مسجد میں داخل ہونیکے بعد بیٹھنے سے پہلے اور بیٹھنے کے بعد دونوں صورتوں میں نماز پڑھنا درست ہے لیکن بہتر یہی ہے کہ مسجد میں داخل ہوتے ہی نوافل اور سنن میں مشغول ہو جائے

سوال:۔ نماز کے بعد سراً دعا کرے یا جہراً۔

جواب:۔ نماز کے بعد سراً اور جہراً دونوں طرح سے دعا کرنا جائز ہے البتہ سراً دعا کرنا افضل ہے۔

سوال:۔ اگر گدے یا رضائی میں نجاست غلیظہ لگ جائے تو اس کی پاکی کا کیا طریقہ ہے، کیا روئی نکال کر اسے پاک کیا جائیگا؟

جواب:۔ روئی نکالنا شرط نہیں ہے بلکہ مع روئی تین بار دھو ڈالنا کافی ہے اور اگر دشواری ہو تو نچوڑنا بھی ضروری نہیں ہے بلکہ تین دفعہ پانی اس طرح سے بہا دیا جائے کہ ہر بار پانی کے قطرات گرنا بند ہو جائیں تو کافی ہے اور اگر دشواری نہ ہو تو تین دفعہ نچوڑ دینا چاہئے

سوال:۔ حالت نماز میں ستر کا کتنا حصہ کھل جائے تو نماز فاسد ہو جائے گی

جواب:۔ کسی بھی عضو کا چوتھائی حصہ کھل جائے اور ایک رکن ادا کرنے کی مدت تک کھلا رہے تو نماز باطل ہو جاتی ہے اور یہ اس وقت ہے جبکہ ایک ہی جگہ سے اتنا کھل جائے اور اگر دو جگہ سے تھوڑا تھوڑا کھل جائے تو اگر ایک عضو میں دو جگہ سے کھلا ہے تو اگر دونوں کو ملا کر اس عضو کے چوتھائی کے بقدر ہو جائے تو نماز باطل ہو جائے گی اور اگر ایک عضو میں ایک جگہ سے دوسرے عضو میں دوسری جگہ سے تھوڑا تھوڑا کھلا ہے تو ان دونوں اعضاء میں جو چھوٹا عضو ہے اگر اس کے اعتبار سے چوتھائی کے بقدر ہو جائے تو نماز باطل ہو جائے گی۔

سوال:۔ گھر میں تنہا نماز پڑھے تو اقامت کہے کہ نہیں؟

جواب:۔ گھر میں منفرد کے لئے محلے کی اقامت کافی ہے پھر بھی اگر کہہ لے تو بہتر ہے

سوال:۔ نماز جنازہ کی خاطر نفل نماز توڑ سکتے ہیں یا نہیں؟

جواب:۔ نماز جنازہ کے فوت ہو جانے کا خوف ہو تو نماز میں شامل ہونے کی غرض سے نفل نماز توڑ سکتے ہیں۔ مگر بعد میں نفل نماز کی قضا کرنا لازم ہے۔

سوال:۔ ایک مسلمان زندگی سے عاجز آکر خودکشی کرلے تو اسکی نماز جنازہ پڑھی جائے گی کہ نہیں؟

جواب:۔ خودکشی کے گناہ کبیرہ ہونے میں کسی طرح کا کوئی شک نہیں ہے لیکن اسکی نماز جنازہ پڑھی جائے گی البتہ اگر مذہبی پیشوا زجراً لوگوں کی عبرت کی خاطر نماز جنازہ میں شرکت نہ کریں تو اس کی گنجائش ہے مگر عوام نماز جنازہ ضرور پڑھیں گے۔

بقیہ ص ۸

پر قبضہ کر کے اسمیں گھنٹہ بجانے کی پہلے فکر ہوئی اور اس نے ملک کے مختلف حصوں میں ۳۰۰۰ دیگر تاریخی مسجدوں کی فہرست بھی شائع کر دی ہے جنکو مندر بنانے کا اس کا منصوبہ ہے اپنی جرأت، مردانگی حوصلہ اور دھرم کے لئے قربانی پیش کرنے کی ضرورت اور موقع کہاں ہے اور وہ اپنے جوش اور جذبے کو کہاں خرچ کر رہا ہے کوئی نہیں جو اس عجیب و غریب مضحکہ خیز قومی نفسیات پر گریبان میں منھ ڈال کر سوچے اور جو نادان ہیں انکو پکارے کہ بھائیو کیا کر رہے ہو اس پرسکون ملک میں جہاں صدیوں سے مندر مسجد گردوارے سب ساتھ ساتھ، پہلو بہ پہلو چلے آرہے ہیں اور ہر فرقہ اپنے اعتقاد کے مطابق خدا کی عبادت کرتا ہے کیوں عداوت و نفرت کا زہریلا بیج بو رہے ہو، لڑائی ان سے ٹھانو جو تم سے لڑائی پر آمادہ ہوں، چپ چاپ بیٹھے ہوئے لوگوں کو چھیڑنے کا انجام ان کے لئے، تمہارے لئے اور پورے ملک کے لئے برا ہوگا، دوسرے تباہ ہو سکتے ہیں لیکن تم بھی فائدے میں نہیں رہو گے۔ (بشکریہ قومی مورچہ بنارس)

ہماری دعوتی مطبوعات

نماز کی اہمیت اور انسانی زندگی پر اس کے اثرات

از:۔ عبدالباسط قریشی

نماز کی اہمیت و افادیت پر ایک مختصر مگر مفید و موثر رسالہ جسمیں نماز کے اجتماعی پہلو پر روشنی ڈالی گئی ہے اور انسانی پر اس کے دور رس اور دیرپا انقلابی اثرات کی نشاندہی کی گئی ہے۔ مصنف کے اخلاص نے اس رسالے میں ایک خاص کشش پیدا کر دی ہے، زبان سادہ و دلکش، بیان دلچسپ و موثر۔ آفسیٹ کی دیدہ زیب طباعت سے آراستہ، صفحات ۵۲۔ (رسالہ ہندی اور انگریزی میں بھی دستیاب ہے)۔ ڈاک کے مصارف بھیجنے پر یہ کتاب مفت بھیج دی جائیگی۔ اردو ۔/۹۰ ہندی ۔/۵۰ انگریزی ۔/۵۰

۱۸×۲۳

انسان اور اسکا مستقبل

(از:۔ عبدالباسط قریشی)

۱۔ انسان کے حال سے مطمئن ہو جانے والوں کے لئے درس عبرت و بصیرت اور دنیوی زندگی تک محدود رہ جانے والوں کے لئے ایک تازیانۂ عبرت "آخرت" یا انسان کے انجام و مستقبل پر غور و فکر اور اس کی تیاری کے لئے ایک رہنما اور فکر انگیز کتاب جو اپنے یقین آفریں اسلوب اور ایمان پرور انداز کے لئے امتیاز خاص رکھتی ہے۔ صفحات: ۵۲ قیمت ۸ روپے

قیمت ۸ روپے

زادِ کارواں

المأثورات حسن البنا شہیدؒ کا اردو ترجمہ (از:۔ محمد اسعد قاسمی)

الاخوان المسلمون کے بانی اور عصر حاضر کے عظیم داعی اسلام شیخ حسن البنا شہیدؒ کے مرتبہ مجموعہ ادعیہ کا سلیس و رواں اردو ترجمہ، جس میں دعا کی اہمیت و ضرورت بتانے کے ساتھ مسنون اور قرآنی دعاؤں کا خصوصی انتخاب کیا گیا ہے ایک ایسا مجموعۂ دعا جس سے استفادہ کرنا ہر مومن کے لئے ضروری ہے۔ اور جس کا تعلق انسانی زندگی کے اہم پہلو سے ہے۔ دلکش زبان اور دلآویز طباعت کے ساتھ ۱۰۸ صفحات ۲۰×۳۰

قیمت ۔/۱۰ روپے

اسلام کا پیغام نوعِ انسانی کے نام

از:۔ عبدالباسط قریشی

انسانی نقطہ نظر سے اسلام کی حیات آفریں تعلیم و پیغام کا تعارف، اسلام کے بنیادی عقائد و عبادات کے اسرار و رموز، توحید، رسالت و آخرت کا عام فہم اور دلنشیں بیان، اور عصر حاضر کے حیران و پریشان انسان کے مشکلات و مسائل کا اسلامی حل، اور موجودہ ذہن و فکر کو متاثر کرنے والی کتاب جو مسلم و غیر مسلم سب کے کام کی ہے۔ صفحات ۱۲۸ ۱۸×۲۳

قیمت بیس روپے (انگریزی ایڈیشن زیر طبع)

ان تمام رسالوں پر حضرت مولانا علی میاں ندوی مدظلہ کے قیمتی تاثرات بھی شامل ہیں

ملنے کا پتہ
مکتبہ دارالعلوم الاسلامیہ بستی، یوپی

شب و روز ندوہ کے

انتخاب عالم۔ عالیہ ثانیہ

ڈاکٹر فتحی عثمان کی آمد

۲۲ جنوری عالم اسلام کی مشہور شخصیت بلند پایہ ادیب ڈاکٹر فتحی عثمان کی تشریف آوری ہوئی، جس نے ایک بار پھر ماضی کی یاد تازہ کردی، آج سے پانچ سال پہلے اپریل ۱۹۸۱ء میں ڈاکٹر صاحب ادب اسلامی کی کانفرنس میں شرکت کے لئے تشریف لائے تھے۔ اس موقع پر آپ نے جو تقریر کی تھی آج بھی اس کی یاد تازہ ہے۔ ان کی اس ولولہ انگیز تقریر کی یاد آج بھی دلوں میں سمائی ہوئی ہے۔ اس دوسری آمد کے موقع پر طلبہ میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی، ڈاکٹر صاحب کا قیام کئی دنوں یہاں رہا اور ان کی کئی تقریریں ہوئیں۔

پہلی تقریر ۲۳ جنوری کو عباسیہ ہال میں مولانا سید محمد رابع صاحب ندوی کی صدارت میں ہوئی۔ تقریر کا عنوان تھا "عصر حاضر میں داعی صفت افراد تیار کرنے میں اسلامی جامعات کا کیا کردار ہونا چاہیے؟" آپ نے اپنی تقریر میں سب سے پہلے عرب و ہند کے تعلقات، ہندستان میں مسلمانوں کی آمد، اور یہاں اشاعت اسلام میں صوفیاء کرام کے کردار پر سیر حاصل بحث کی، پھر موجودہ دور میں ہندستانی مسلمان جن مسائل سے دوچار ہیں ان کا ذکر اور ان سے نبرد آزما ہونے کے طریقے پر روشنی ڈالی، موجودہ مسائل میں نفقہ مطلقہ کے مسئلہ پر بحث کی، اسلام میں عورت کا مقام اور اس کے حقوق کو واضح کیا، پھر فرمایا کہ ہمیں اسلام کا نمونہ بننا چاہیے، ہم اپنے سیرت و کردار کے ذریعہ ایک مومن کا نمونہ پیش کریں جب ہی ہم دوسروں کو متاثر کر سکیں گے، اور برادران وطن کو یہ بتا سکیں گے کہ اسلام کیسا وسیع اور ہمہ گیر مذہب ہے جس طرح صوفیائے کرام نے اپنے آپ کو اسلام کا نمونہ بنا کر پیش کیا، جن کے سیرت و کردار کو دیکھ کر سینکڑوں غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوئے۔ اسی طرح آج ہم کو اسلام کا نمونہ بننا ہے جب ہم اسلام کا داعی بن سکتے ہیں۔ ان کی شعلہ بیانی، خطیبانہ انداز اور برمحل قرآنی آیات سے استدلال صرف سننے سے تعلق رکھتا تھا۔

آخر میں مولانا سید محمد رابع صاحب ندوی نے اپنی صدارتی تقریر میں فرمایا کہ آج سے پانچ سال قبل ہم لوگوں نے ڈاکٹر صاحب کی جو تقریر سنی تھی اس کی یاد آج تک ہمارے دلوں میں تازہ ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی دوسری تقریر ۲۴ جنوری کو بعد نماز مغرب جمالیہ ہال میں مولانا سید سلمان صاحب حسینی ندوی کی صدارت میں ہوئی۔ آپ نے "موجودہ دور میں عالم اسلام کی مشکلات اور اس کا حل" کے عنوان پر تقریر کی، آخر میں سوالات کا وقفہ رکھا گیا جس میں طلبہ نے ڈاکٹر صاحب سے مختلف سوالات کئے۔

ڈاکٹر احمد محمود قیسیہ ندوی

ایک عربی کے ساتھ ندوی کی نسبت دیکھ کر آپ شاید تعجب میں پڑ جائیں لیکن اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ اس ادارہ کی بنیاد جن مخلصین کے ہاتھوں رکھی گئی اللہ نے ان کے اخلاص کو قبول فرمایا اور جلد ہی یہ ادارہ عرب و عجم میں مشہور ہو گیا اور مشرق و مغرب سے لوگ اس سرچشمۂ فیض سے فیضیاب ہونے کے لئے آنے لگے، قیسیہ صاحب ندوی نے عرب کی متعدد بڑی یونیورسٹیوں کو دیکھا۔ "جامع ازہر" بھی گئے لیکن کہیں بھی ان کی روحانی و علمی پیاس نہ بجھی اس لئے آپ نے علم و فضل کے اس چشمۂ فیض کا قصد کیا، کیونکہ قیسیہ صاحب ندوی اس وقت جامعۃ عین ابوظبی" میں عربی ادب کے پروفیسر ہیں، آپ کا قیام ندوہ میں کئی دن رہا۔

۶ فروری بروز جمعرات بعد نماز ظہر عباسیہ ہال میں مولانا سعید الرحمٰن صاحب اعظمی ندوی کی صدارت میں آپ کی تقریر کا پروگرام رکھا گیا۔ مہمان محترم ہی کی تلاوت کلام پاک سے جلسہ کا آغاز ہوا، سورۂ مریم کے دو رکوع کی آپ نے ایسی دلنشیں قرأت کی کہ ہر شخص پر ایک کیف طاری رہا اسکے بعد تقریر شروع کی "مجھے ندوی برادری میں شمولیت پر جتنی خوشی ہے اور میں اس پر جتنا فخر محسوس کرتا ہوں اتنی خوشی اور اتنا فخر میں نے کسی چیز میں نہیں محسوس کیا"

پھر ندوہ کی خصوصیت پر روشنی ڈالی، فرمایا ندوہ "قدیم و جدید کا سنگم ہے اور اس کی عملی تصویر پیش کر رہا ہے۔ انھوں نے کہا میں نے عرب کی بڑی بڑی یونیورسٹیوں کو دیکھا ہے لیکن ندوہ میں جو بات پائی وہ کہیں نہیں نظر آئی۔ آج جامع ازہر اپنی حقیقت کھو چکا ہے، پہلے وہ جامع تھا لیکن اب لوگوں نے اسے جامعہ بنا دیا یعنی وہ پہلے ایک دینی درسگاہ تھا جب لوگوں نے اسے یونیورسٹی میں تبدیل کر دیا تو اب وہ اپنے مقصد سے منحرف ہو گیا۔

تقریر کے بعد "کلیۃ الشریعۃ" کے مسابقۃ الفقہ میں حصہ لینے والوں کے درمیان انعامات تقسیم کئے گئے۔ مہمان محترم نے اپنے دست مبارک سے انعام تقسیم کیا۔ جن طلبہ نے انعام حاصل کیا ان کے نام یہ ہیں:

طبقہ	اول	دوم	سوم
اولیٰ۔	منصور عالم	محمد شاہد	بشیر احمد
وسطیٰ۔	انتخاب عالم	شمیم احمد	ذاکر حسین
سفلیٰ۔	شفیق احمد		

سہ روزہ تبلیغی اجتماع

ندوۃ العلماء صرف ایک تعلیمی ادارہ ہی نہیں ہے بلکہ یہاں تعلیم کے ساتھ ساتھ اس کی عملی مشق بھی کرائی جاتی ہے تاکہ عملی میدان میں آکر وہ اپنی ذمہ داریوں سے بخوبی عہدہ برآ ہو سکیں، اور تبلیغ دین کے مشن کو آگے بڑھائیں اس لئے یہاں تبلیغی اجتماع کا ہونا کوئی نئی بات نہیں ہے بلکہ یہ عین قرین قیاس ہے کہ تبلیغی اجتماعات ایسے ہی اداروں میں ہوا کریں تاکہ علماء اس کام میں زیادہ سے زیادہ شریک ہوں چنانچہ یہ اجتماع ندوۃ العلماء کے وسیع میدان میں ۲۱ فروری بروز جمعہ سے شروع ہوا جو ۲۳ فروری بروز پیر ۸ بجے دن اختتام پذیر ہوا۔

یہ اجتماع عوامی نہیں تھا بلکہ صرف ریلوے ملازمین کا مخصوص اجتماع تھا جس میں تقریباً دس ہزار ریلوے ملازمین نے شرکت اور تقریباً اتنے ہی لوگ شہر سے بھی آئے تین دن تک بڑی روح پرور فضا رہی ایسے وقت میں جبکہ حالات انتہائی ناساز گار تھے، شہر کی فضا بھی کچھ اچھی نہیں تھی ہر قسم کے اجتماعات پر پابندیاں عائد تھیں اسکے باوجود یہ اجتماع انتہائی پرسکون ماحول میں کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا یہ بھی اللہ کے فضل کی ایک نشانی ہے۔

جمعیۃ الاصلاح کا انعامی مقابلہ

جمعیۃ الاصلاح جو طلباء دار العلوم کی سب سے بڑی یونین ہے وہ طلبہ کی سیرت و کردار کو اجاگر کرنے، ان کی تحریری و تقریری صلاحیتوں کو پروان چڑھانے اور ان کے اندر ثقافتی اور علمی ذوق پیدا کرنے میں اہم رول ادا کرتی ہے، دار العلوم کے اس اہم شعبہ میں طلبہ کے ذوق و شوق کو بڑھانے کے لئے انعامی مقابلے کرائے جاتے ہیں، حسب معمول اس سال بھی جمعیۃ الاصلاح میں انعامی مقابلے ہوئے، مقابلے کے عناوین تقریباً سبھی حالات حاضرہ کے مطابق رکھے گئے تاکہ طلبہ کی جدید معلومات، وقت کے بدلتے ہوئے حالات اور ان کے تقاضوں سے واقفیت کا بھی امتحان لیا جائے چنانچہ خطابت کے عناوین مندرجہ ذیل تھے۔

خطابت علیا:- موجودہ دور میں اتحاد اسلامی کی اہمیت۔

خطابت سفلی:- اسلام ایک مکمل دین مستقل تہذیب۔

بزم سلیمانی کے عناوین مندرجہ ذیل تھے۔

سلیمانی علیا:- ہندستان میں قضاء شرعی کے قیام کی اہمیت۔

سلیمانی سفلی:- بچوں کی تربیت میں ماں کا کردار

طلبہ نے پوری تیاری کے ساتھ مقابلوں میں شرکت کی اور اپنی اپنی صلاحیتوں کے جوہر دکھلائے۔ جن خوش قسمت طلباء نے انعامات حاصل کئے ان کے نام مندرجہ ذیل ہیں۔

بزم خطابت۔	اوّل	دوم	سوم
علیا۔	عبد الحمید	عرفان احمد	آفتاب احمد
سفلی۔	محمد سہراب	بلال احمد	محمد ہارون

بزم سلیمانی۔

	اوّل	دوم	سوم
علیا۔	جعفر احراری	شیر افگن	ظفر عالم
سفلی۔	محمد سہراب	ابرار عالم	محمد ہارون

جناب مولانا ابو العرفان صاحب ندوی مدظلہ کے دست مبارک سے انعامات تقسیم ہوئے تقسیم انعامات کے بعد آپ نے ان تمام طلبہ کو مبارکباد دی جنھوں نے ان مقابلوں میں شرکت کی۔ آپ نے فرمایا کہ مافی الضمیر کی ادائیگی کے دو ذریعے ہیں خطابت اور صحافت امت محمدیہ پر جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ اس ذمہ داری سے اس وقت تک عہدہ برآ نہیں ہو سکتی جبتک کہ وہ ان دونوں سے لیس نہ ہو۔ آخر میں آپ نے فرمایا کہ جنھیں انعام نہیں ملا انھیں کبیدہ خاطر نہیں ہونا چاہیے اور جنھیں انعام ملا ہے انھیں مگن نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ یہ راہ ہے منزل نہیں ہے۔

معہد دار العلوم کے طلبہ کا سالانہ تعلیمی و ثقافتی ہفتہ

دار العلوم ندوۃ العلماء اعلیٰ تعلیم کے میدان میں اپنی انفرادی امتیاز کے ساتھ ساتھ ابتدائی تعلیم کے میدان میں بھی اعلیٰ خوبیوں

کا حامل ہے۔ کم سن بچوں کی بہتر تعلیم کے ساتھ ثقافتی اور تہذیبی تربیت بھی دی جاتی ہے ان کے سامنے اسلامی زندگی کی صحیح تصویر پیش کی جاتی ہے۔ ثقافتی تربیت میں اس بات کا پورا خیال رکھا جاتا ہے کہ آئندہ معاشرتی زندگی میں ایک اولو العزم اور باحوصلہ دین کا داعی اور قوم کا خادم بن کر دین و ملک کی خدمت کرے، ذہنی تربیت میں اس کی بلند حوصلگی کا خاص خیال رکھا جاتا ہے، ان کی صلاحیت کو پروان چڑھانے کیلئے مختلف ثقافتی پروگرام اعلیٰ معیار کے کرائے جاتے ہیں بچے پروگرام میں اپنے اعلیٰ ذوق اور تہذیب و شائستگی کا عمدہ نمونہ پیش کرتے ہیں۔ ان ہی ثقافتی پروگراموں کا ایک حصہ دار العلوم کے طلباء کا سالانہ تعلیمی و ثقافتی ہفتہ کے طور پر منایا جاتا ہے۔

بزم ادب معہد کے سالانہ تعلیمی و ثقافتی ہفتہ کا اختتامی جلسہ تقسیم انعامات زیر صدارت حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی ۴ مارچ ۱۹۸۶ء کو بعد نماز مغرب منعقد ہوا۔ خوش قسمتی سے اس موقع پر بانی ندوہ سید محمد علی مونگیری کے فرزند ارجمند جناب مولانا منت اللہ صاحب رحمانی اور جناب سید صلاح الدین عبد الرحمٰن صاحب "ناظم دار المصنفین اعظم گڈھ"، تشریف رکھتے تھے معہد کے چھوٹے بچوں نے جنھوں نے مختلف پروگراموں میں اول انعام حاصل کیا تھا، اپنی تقریریں اور نظمیں پیش کیں۔

بزم ادب کے سالانہ مقابلہ میں مختلف پروگرام ہوئے جس میں تقریباً دو سو پچاس طلبہ نے حصہ لیا۔ انعام اول دوم سوم کے علاوہ تشجیعی انعامات تمام شریک ہونے والے طلبہ کو دیئے گئے، اسی طرح تین انعامات خصوصی بھی دیئے گئے، فضل الرحمٰن معہد ہفتم کو پورے معہد میں زیادہ حاضری فیصد پر اور محمد بھٹو خاں کو زیادہ نمبرات حاصل کرنے پر انعام دیا گیا اور نظم و ضبط و صفائی کے سلسلہ میں درجہ ششم (الف) کے مانیٹر محمد احمد کو بھی ایک شیلڈ دی گئی۔ جن لڑکوں نے انعامات حاصل کئے ان کے اسماء حسب ذیل ہیں۔

تقریر۔	اول	دوم	سوم
عربی	عبد السمیع	صہیب قریشی	محمد اکبر
اردو علیا	عبد السمیع	ظفر الدین	جنید قریشی
" سفلی	سید محمد طلحہ	مقصود الرحمٰن	شرافت علی
انگریزی	شہاب الدین ہمدانی	مزمل الدین	ابو محمد عاصر
ہندی	عقیل الرحمٰن	محمد مشتاق	جلال الدین
قرأت علیا	عبد السلام	محمد عارف	محمد شکیل
" سفلی	محمد حمزہ	محمد اسلم	محمد عالم

نظم خوانی	اول	دوم	سوم
انفرادی	امتیاز علی	محمد شکیل	محمد عارف
اجتماعی	محمد عارف	امتیاز علی	انیس الرحمٰن
" دوم	محمد اسمٰعیل	تفضیل جمیل	عبد العلیم
" سوم	محمد شکیل	اخلاق احمد	شاہد اختر

بیت بازی علیا۔ اول انعام شہاب الدین کی ٹیم نے حاصل کیا، سفلی، اول انعام محمد ساجد سفلی کی ٹیم نے حاصل کیا۔

آخر میں حضرت مولانا مدظلہ العالی اور مولانا منت اللہ رحمانی نے طلباء سے خطاب فرمایا اور ناظر و اساتذہ معہد دار العلوم کی اس محنت پر مبارکباد پیش کی اور بچوں کے آئندہ دین کے داعی اور قرآن و حدیث کے سچے ترجمان بننے کا پیغام دیا، وقت تنگ تھا عشاء کی اذان ہو گئی لہذا تقسیم انعامات کی دوسری نشست عشاء بعد مولانا سعید الرحمٰن صاحب ندوی اعظمی ایڈیٹر البعث الاسلامی کے ہاتھوں اختتام پذیر ہوئی۔

جیسا کہ چھوٹی الاصلاح سلیمانیہ کے سالانہ مقابلہ کے تقسیم انعامات کی نشست بھی مولانا ہی کے ہاتھوں انجام پائی اور مولانا کی تقریر سے طلبہ نے فائدہ اٹھایا۔

بزم خطابت

علیا	سفلی
فہیم اختر I	مرزا سہیل I
طارق شفیق II	شاہد جمال II
مجیب الرحمٰن III	احتشام الحق III

بزم سلیمانی

علیا	سفلی
طارق شفیق I	خالد بیگ I
فہیم اختر II	شاہد جمال II
اعجاز احمد III	احتشام الحق III
آفتاب عالم IV	قیصر عزیز IV

جلسہ تقسیم انعامات ۹ مارچ ۱۹۸۶ء زیر صدارت جناب مولانا سعید الرحمٰن صاحب ندوی اعظمی منعقد ہوا۔

بقیہ صـ ۱۰

دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ ۔ (نور)

اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور انھوں نے عمل صالح کئے تو ان کو ضرور ملک میں حکومت دے گا۔"

ان آیات کریمہ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کے یہ وعدے صرف ان لوگوں کیلئے ہیں جو اپنے آپ کو صفت ایمان سے متصف کریں گے۔ اور خدائے تعالیٰ اور رسول کے احکام پر سختی سے پابند رہیں گے، اللہ رب العزت ہم سب کو اپنی اطاعت فرمانبرداری کی دولت سے سرفراز فرمائے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

مجلس دعوۃ الحق کی قابل مطالعہ پیشکش

کلام صوفی حضرت صوفی سید عبد الرب صاحبؒ کی شخصیت علمی، دینی اور ادبی حلقوں میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ موصوف سلسلۂ تھانوی سے منسلک ایک مثالی مرد مومن، اسلام کے وفادار مجاہد اور لایخافون فی اللہ لومۃ لائم کی جیتی جاگتی تصویر تھے۔ واہب حقیقی نے آپ کو کمال شاعری اور ذوق سخن سے بھی بھرپور نوازا تھا۔ حضرت صوفی صاحبؒ نے کلام کی ہر صنف محمود پر طبع آزمائی فرمائی ہے مگر حرارت ایمانی، جذبۂ اصلاح اور للہیت آپکے کلام کی وہ روح ہے جو ہر پڑھنے اور سننے والے کے قلب کو متاثر کئے بغیر نہیں رہتی صوفی صاحب کا یہ ایمانی اور ادبی ذخیرہ یوں تو سینکڑوں صفحات میں پھیلا ہوا ہے مگر اس کا ایک انتخاب "کلام صوفی" کے نام سے شائع کیا گیا ہے۔ حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی دامت برکاتہم اور حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم اور حضرت شاہ محمد ابراہیم صاحب ایم اے مدظلہم العالی کی قیمتی، جامع اور مفصل تقدیمات نے کتاب کی افادیت کو دوچند کر دیا ہے۔ ۲۷×۱۷ سائز کے پانچ سو سے زائد صفحات۔ کتابت، طباعت، کاغذ، جلد ہر چیز معیاری۔۔ قیمت چالیس روپے 40/-

اہم سفر اس کتاب میں قرآن و حدیث اور بزرگوں کے کلام سے ایسے موثر مضامین اور عبرت آموز حکایات و اشعار جمع کر دیئے گئے ہیں جن سے سفر آخرت کی تیاری کی فکر پیدا ہو۔ ساتھ ہی بیماری کے مسائل، تلقین کلمہ، غسل میت، کفن دفن، نماز جنازہ اور ایصال ثواب کا مسنون طریقہ نیز وصیت و میراث کے اہم مسائل بھی شامل کر دیئے گئے ہیں جن کی طرف عوام بلکہ خواص کو بھی کم ہی توجہ ہوتی ہے۔ خوبصورت ٹائیٹل کے ساتھ۔ قیمت پانچ روپے 5/-

تحریک ایمان دینی دعوت اور تبلیغی جدوجہد کے بارے میں حضرت صوفی سید عبد الرب صاحبؒ نے ایک غیر معمولی طویل ترین نظم کہی تھی جسمیں دنیا کے عام شر و فساد اور خاص کر مسلمانوں کی دینی بربادی پر خون کے آنسو بہائے ہیں اور امت کے اہل درد کو توجہ دلائی ہے کہ بے طلب عوام مسلمین کی خبر گیری اور اللہ و رسول اور دین سے ان کا تعلق جوڑنے کیلئے تبلیغی جماعتوں کے طرز پر عمومی دینی دعوت اور اصلاحی جدوجہد کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے صوفی صاحبؒ نے یہ سارے مضامین بڑے موثر اور پر درد انداز میں ادا کئے ہیں ساتھ ہی ساتھ تبلیغی کام کے اصول آداب اور اس پر خداوندی نصرت کے وعدوں کا بیان اور اس سلسلے کے دوسرے مضامین ہیں۔ کتاب کے شروع میں حضرت مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم کا مفصل و مبسوط پیش لفظ بھی ہے۔ خوبصورت ٹائیٹل کے ساتھ۔ قیمت تین روپے 3/-

نبالی نصاب یعنی ماثورہ دعائیں اور اسلامی آداب اس کتاب میں روزمرہ کی مسنون دعائیں، کلمے اور نماز پنجگانہ، نماز جنازہ وغیرہ کی دعائیں ترجمہ کے ساتھ، کھانے پینے، سونے جاگنے، کپڑا پہننے، مجلس میں بیٹھنے، بڑوں سے ملنے، مسجد میں جانے، سلام و مصافحہ، چھینک، جمائی، استنجاء وغیرہ کے اسلامی آداب، نیز پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زندگی کا مختصر آئینہ اور آپ کے خاص گھر والوں کے نام وغیرہ نہایت ضروری باتیں جمع کر دی گئی ہیں۔ ساتھ ہی ایمانی جذبہ کو ابھارنے والی نظمیں بھی شامل کر دی گئی ہیں۔ الغرض یہ کتاب ہر مسلمان گھر کیلئے ضروری چیز اور ایمانی تحفہ ہے۔ مکاتیب اسلامیہ کے نصاب میں داخل کرنے کے لائق کتاب۔ دیدہ زیب ٹائیٹل کے ساتھ۔ قیمت پانچ روپے

تذکرہ حضرت مصلح الامت مجلد حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب قدس سرہ کی سوانح حیات۔ قیمت تیس روپے 30/-

نقشۂ دینی نصاب اگر بچوں کو ابتدائی قاعدہ ہی سے مدرسین کرام حروف کے مخارج اور میم و نون کے اخفاء و اظہار، غنہ اور لام و را کے پر و باریک پڑھنے کے قواعد کا خیال رکھتے ہوئے پڑھائیں تو بچے ابتداء ہی سے قاری ہو جائیں چنانچہ اس سلسلے کے ضروری قواعد آسان عبارت میں اختصار کے ساتھ اس نقشہ میں لکھ دیئے گئے ہیں، نیز سرکاری اسکولوں میں جانے والے بچوں کیلئے کم وقت میں پڑھایا جانیوالا دینی نصاب اور تعلیم و تربیت کے بارے میں کچھ مفید ہدایات بھی شامل کر دی گئی ہیں۔ الغرض یہ نقشہ مکاتیب اسلامیہ کے مدرسین کرام کی خدمت میں ایک قیمتی تحفہ ہے۔ قیمت صرف ایک روپیہ 1/-

آسان روزی اور رد بلا روزی میں آسانی و برکت اور دشمنوں و بلاؤں و مصیبتوں سے حفاظت کیلئے محترم صوفی عبد الرحمٰن صاحب دامت برکاتہم (خلیفہ مجاز حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم) نے چھوٹے چھوٹے چند رسائل تالیف فرمائے ہیں جن میں قرآن و حدیث اور بزرگان دین کے اقوال سے اس سلسلے کی دعاؤں اور معمولات کو جمع فرما دیا ہے۔ ۱- آسان رزق اردو قیمت 60 پیسے ۲- آسان رزق گجراتی قیمت 60 پیسے، آسمانی رزق قیمت 2/-، ۴- راہ امن ایک روپیہ 1/-

گجراتی دینی نصاب دینی مضامین کے ساتھ گجراتی زبان سکھانیوالی کتابیں مجلس ہذا کی طرف سے بڑے اہتمام سے شائع کی گئی ہیں، جو گجراتی مسلمانوں کیلئے شرک و کفر کے مضامین سے بھرے ہوئے اسکولی کورس کا نعم البدل ہے۔ اس سلسلہ کی تین کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔

۱- گجراتی تختی، قیمت۔ ایک روپیہ ۲- ایمان والی پوتھی۔ قیمت تین روپے ۳/-

۳- اسلامی پہلی چوپڑی۔ قیمت پانچ روپے 5/- ۴- اقرأ و اپڑھن مالا۔ قیمت 5/-

نوٹ: تاجر حضرات کیلئے ادارہ کی تمام کتابوں پر خصوصی رعایت دی جائیگی

ملنے کے پتے: محمد یونس صدیقی خادم مدرسہ دعوۃ الحق کنڈی۔ اتر گجرات

الفرقان بکڈپو۔ ۳۱ نیا گاؤں مغربی نظیر آباد لکھنؤ ۲۲۶۰۱۸

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخلے کے قواعد و ضوابط

دارالعلوم ندوۃ العلماء مجلس ندوۃ العلماء کا تعلیمی شعبہ ہے، جس کی نگرانی اور ضروریات کا نظم مجلس ندوۃ العلماء کرتی ہے۔ مجلس ندوۃ العلماء کا ناظم اس کے شعبہ دارالعلوم کا سربراہ اعلیٰ ہوتا ہے اور مجلس ندوۃ العلماء کا ایک رکن معتمد تعلیم ہوتا ہے جو دارالعلوم کے معاملات میں ناظم ندوۃ العلماء کا مشیر ہوتا ہے۔

دارالعلوم کی عملی و علمی کاموں کی سربراہی کے لئے ایک مہتمم ہوتا ہے جو ناظم و معتمد کی رہنمائی میں دارالعلوم ... ہوتا ہے

دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ابتدائی درجات سے شروع ہو کر اعلیٰ درجات تک دی جاتی ہے۔ اعلیٰ درجات میں علوم دینیہ اور ادب عربی میں تخصص کا علیحدہ علیحدہ انتظام ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:-

1. شعبۂ علوم دینیہ (کلیۃ الشریعۃ و اصول الدین) عالیہ ۴ سال، علیا ۲ سال
2. شعبۂ علوم عربیہ (کلیۃ اللغۃ و الادب) عالیہ ۴ سال، علیا ۲ سال، معہد الدعوۃ ۲ سال
3. شعبۂ تعلیم ثانوی و ابتدائی، خصوصی ابتدائی ۵ سال۔

ثانوی ۵ سال و خصوصی ۵ سال، ان شعبوں کے علاوہ دارالعلوم میں حسب ذیل ۳ شعبے بھی ہیں:-

1. شعبۂ کتب خانہ، جو مرکزی کتب خانہ اور چار ذیلی کتب خانوں پر مشتمل ہے۔
2. شعبۂ نگرانی طلبۂ دارالاقامہ، مقیم طلبہ کی رہائش اسوقت ۵ بڑے دارالاقاموں میں ہے
3. مطبخ:- دارالاقاموں میں ہے

دارالعلوم کے مذکورہ بالا تمام ذیلی شعبوں کے لئے علیحدہ علیحدہ ذمہ دار مقرر ہیں، جو مہتمم دارالعلوم کی سرکردگی میں اپنے اپنے شعبوں کی ذمہ داری انجام دیتے ہیں۔

مہتمم کی صدارت میں دارالعلوم کی ایک علمی مجلس قائم ہے جو بشمول مہتمم کے دارالعلوم کے چھ بڑے اساتذہ پر مشتمل ہے۔

داخلہ و تعلیم دارالعلوم ندوۃ العلماء کے بعض ضروری قواعد و طلبہ کا داخلہ

دارالعلوم کا تعلیمی سال عموماً شوال سے شروع ہو کر شعبان پر ختم ہوتا ہے۔

- مدرسہ ۸ شوال کو بشرطیکہ تعطیل کا دن نہ ہو باقاعدہ کھل جاتا ہے، جدید داخلوں کا سلسلہ اسی روز سے شروع ہوتا ہے اور عام حالات میں صرف ایک ماہ تک جاری رہتا ہے۔
- جس جماعت میں طالب علم داخل ہونا چاہے گا اس جماعت سے قبل سال کی ختم شدہ تعلیم کا لحاظ کر کے اس میں داخل کیا جائے گا۔
- درجۂ ابتدائیہ کی جماعت اول میں وہ طلبہ لئے جائیں گے، جن کا سن دس سال سے زائد اور چھ سال سے کم ہو اور جو طلبہ دوسرے، تیسرے یا چوتھے درجہ میں داخل ہونے کی لیاقت رکھتے ہوں ان کی عمر کا حساب ان کی ختم شدہ خواندگی کے لحاظ سے کیا جائے گا۔ مگر خاص حالات میں کسی طالب علم کو مہتمم دارالعلوم اس قاعدہ سے مستثنیٰ رکھ سکتے ہیں۔
- داخلہ کے خواہشمند طالب علم کو شعبان میں دفتر دارالعلوم سے فارم حاصل کرنا ہوگا، اور اس کی خانہ پُری کر کے اوائل رمضان تک دفتر پہونچا دینا چاہئے تاکہ مہتمم صاحب منظوری اور عدم منظوری کی اطلاع کر سکیں۔ اطلاع ملنے پر شوال میں تشریف لائیں۔

۲۔ حاضری

- ہر طالب علم پر فرض ہوگا کہ وہ روزمرہ اپنے درجہ کے گھنٹوں میں حاضر ہو۔
- اگر کوئی طالب علم معذور ہو تو اس کو ایک دن یا اس سے زیادہ کی رخصت کے لئے ایک درخواست مہتمم دارالعلوم کی خدمت میں پیش کرنا چاہئے۔ درخواست پر ناظر دارالاقامہ کی (اگر طالب علم دارالاقامہ میں رہتا ہو) ورنہ اس کے سرپرست کی تصدیق ہونی چاہئے۔
- دس روز متواتر بلا اجازت غیر حاضری پر طالب علم کا نام دارالعلوم سے خارج کر دیا جائے گا۔
- جو طالب علم اکثر غیر حاضر رہتا ہو، جس کے چال چلن خراب ہوں یا حکم عدولی یا گستاخی کرے اس کو مہتمم فہمائش و تنبیہ کرے گا، اگر مؤثر نہ ہو تو اختیار ہے کہ اس کا نام دارالاقامہ سے یا دارالعلوم دونوں سے خارج کر دے اور اگر ضرورت ہو تو آئندہ کے لئے ممنوع الادخال بھی کر سکتا ہے۔
- جس طالب علم کا نام دارالعلوم سے خارج ہوگا وہ دارالاقامہ سے فوراً خارج کر دیا جائے گا اور محرر دارالعلوم اس کی اطلاع ناظر دارالاقامہ کو دے گا۔

۳۔ دارالاقامہ

... چیزوں میں ایک کھیر دانی چند برتن، پیالے، پلیٹ، چھوٹی پتیلی، ناشتہ دان کم از کم تین ٹوپوں کا ہونا ضروری ہے۔ چارپائی لکھنؤ پہنچ کر خریدنا ہوگی۔

مجالس طلبہ

- الاصلاح، طلبۂ دارالعلوم کی ایک علمی مجلس ہوگی، اس کا نام "الاصلاح" ہوگا
- اس مجلس کا صدر مہتمم دارالعلوم ہوگا۔
- طلبہ میں علمی، انتظامی صلاحیت پیدا کرنے کے لئے اس مجلس کے انتظامات طلبہ کے ہاتھوں انجام دیئے جائیں گے۔
- صدر اپنی معاونت کے لئے کسی استاد کو مقرر کرے گا، جو "مربی" کہلائے گا

:- النادی العربی :-

تقریر و تحریر اور مطالعہ کا ذوق و شوق بڑھانے کے لئے طلبہ کی ایک علاحدہ انجمن "النادی العربی" ہوگی جو دارالعلوم کے شعبۂ ادب کے زیر نگرانی کام کرے گی اور شعبہ کا استاد اول اس کا صدر ہوگا

- "النادی العربی" کی طرف سے ہر ہفتہ جمعرات کے روز عربی جلسے منعقد ہوا کریں گے، جن میں تمام طلبۂ دارالعلوم کی شرکت ضروری ہوگی۔

تنبیہ

- طالب علم کو نماز جماعت سے پڑھنا لازمی ہے اس کے لئے مہتمم یا ناظر کو حاضری لینے اور تنبیہ کرنے کا اختیار ہے۔

اوقات تعلیم

چھوٹے طلبہ کے دارالاقامہ سے متعلق ضروری معلومات

وظائف

دارالاقامہ کے طلبہ کیلئے ضروری سامان

(بقیہ صفحہ ۱۵)

پریس اور دفاتر کی عمارت

معہد دارالعلوم

دار تحفیظ القرآن الکریم

توسیع مسجد دارالعلوم

دار العافیۃ (اسپتال)

جدید اعداد و شمار

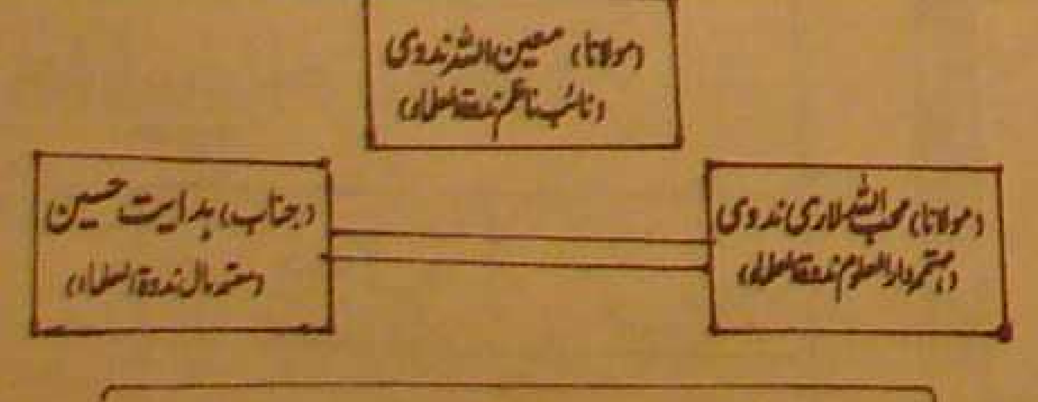

نوٹ: چیک، ڈرافٹ، منی آرڈر مندرجہ ذیل پتہ پر روانہ فرمائیں۔

ناظم ندوۃ العلماء، پوسٹ بکس ۹۳، ندوہ لکھنؤ

NAZIM NADWAT-UL-ULAMA
P. o. Box. No. 93. NADWA LUCKNOW-7